عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۲ | ۲۰ تا ۲۷ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اگست ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۳۰

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ

معلم انسانیت کا فلسفۂ تعلیم و تربیت

سعودی سفیر کے نام کھلا خط

اجرائے نبوت پر قادیانی استدلال

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

حلال جانور کے ممنوع اعضا کھانا

س:...... حلال جانوروں میں وہ کون کون سے اعضاء ہیں جو کھانا درست نہیں ہیں؟

ج:...... حلال جانور کے سات اعضاء کھانا منع ہے: (۱) ذَکر، (۲) پیشاب گاہ مادہ، (۳) مثانہ، (۴) غدود یعنی حرام مغز، جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے۔ (۵) کپورے، (۶) پتہ، (۷) بہنے والا خون، یہ تو قطعی حرام ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ اشیاء میں اوجڑی شامل نہیں ہے اوجڑی کھانا جائز ہے۔

"کرہ تحریما من الشاۃ سبع الحیاء (ھو الفرج) والخصیۃ والغدۃ والمثانہ والمرارۃ والدم المسفوح والذکر للاثر الوارد فی کراھۃ ذٰلک۔"

کاروبار میں شراکت کی شرائط

س:.... ہم زید کے ساتھ مل کر کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔ زید کے پاس ۱۵ لاکھ روپے کی رقم ہے، جس سے گندم خریدی جائے گی اور گندم سے آٹا تیار کیا جائے گا، پھر اسے مارکیٹ میں فروخت کیا جائے گا، جس کا طریقہ کار یہ ہے کہ دکاندار کچھ رقم اپنے پاس روکے رکھے گا، ایک چکر مال کے پیسے ادا کرے گا اور ایک چکر کے پیسے روک کر رکھے گا، مال کی تیاری میں مزدوری سے لے کر دکان کا کرایہ، بجلی کا بل، کچھ کمائی کی صورت میں خرچہ کے بعد جو رقم بچے گی اس میں تقسیم کا طریقہ کیا ہوگا؟ (۱) زید صرف اپنی رقم انویسٹ کرے گا اور کاروبار میں کسی بھی قسم کی ذمہ داری نہیں ہوگی، گندم کی خریداری سے لے کر آٹا تیار کر کے مارکیٹ میں فروخت اور اس کے بعد اس کی ریکوری کی ذمہ داری ہماری ہوگی۔ (۲) زید، ہمارے ساتھ کاروبار میں شراکت کی کیا حیثیت رکھے گا، پارٹنر کی یا شیئر ہولڈر کی؟ (۳) کیا زید کے پیسے ہم اپنے مصرف میں لا سکتے ہیں؟ (مثال کے طور پر زید نے ہمیں ۱۵ لاکھ کی رقم دی اور مال ۱۴ لاکھ کا بنا) ہم اس ایک لاکھ کی رقم کو کیا کریں؟ (۴) زید کے پیسے سے جو مال خرید کیا اور ہمارے پاس اپنے پیسے بھی ہیں، جس سے ہم اپنا مال بھی خریدیں گے، کیا دونوں مال کو علیحدہ علیحدہ رکھیں یا آپس میں ملا جلا کے رکھیں گے؟

ج:.... صورتِ مسؤلہ میں اگر زید کی طرف سے صرف رقم شامل ہو اور آپ کی طرف سے کام تو یہ مضاربت کی صورت بنے گی یعنی کُل مال زید کا ہوگا اور آپ کی صرف محنت ہوگی۔ تو اس میں جو آپ دونوں اپنے لئے نفع متعین کرنا چاہیں جائز ہے۔ مثلاً تیس فیصد آپ کا، ستر فیصد زید کا، یا کم وبیش جو آپ کے درمیان طے ہو جائے، پھر تمام اخراجات پورے کرنے کے بعد جو نفع ہوگا، اس کو اسی طے شدہ حصہ کے مطابق تقسیم کر لیا جائے گا اور اگر نقصان ہوگا تو وہ صرف زید کا ہوگا اور آپ کو بھی جو حصہ ملنا تھا نہیں ملے گا۔ یعنی آپ کی مزدوری ضائع ہو جائے گی اور زید کا مال آپ کے ہاتھ میں بطور امانت ہوگا، جس کو آپ صرف تجارت کے لئے استعمال کرنے کے روادار ہوں گے۔ ذاتی مقصد کے لئے استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس کاروبار میں آپ اپنی رقم بھی شامل کر سکتے ہیں، اس رقم کے نفع ونقصان کے مالک آپ خود ہی ہوں گے۔ زید کے ذمہ کچھ نہیں ہوگا، نفع ونقصان آپ کی رقم کے تناسب سے ہوگی۔

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

جلد:۴۲ ۲۰ تا ۲۷ محرم الحرام ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ تا ۱۵ اگست ۲۰۲۳ء شمارہ:۳۰

مجلسِ ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی،
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ
مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیرِ اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

سعودی سفیر کے نام کھلا خط	۵	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
معلم انسانیت کا فلسفۂ تعلیم وتربیت	۷	بیگم بلقیس عبدالوہاب چوہدری
حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
مولانا قاضی کرم الدین دبیرؒ	۱۷	حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ
مولانا محمد قاسم عباسیؒ	۱۹	مولانا قاضی احسان احمد
اجرائے نبوت پر قادیانی استدلال	۲۱	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خانؒ
ختم نبوت علماء تربیتی پروگرام	۲۴	رپورٹ: مولانا محمد ابراہیم ادہمی
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۵	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا سیّد انور شاہؒ، دیپال پور	۲۷	〃 〃 〃 〃 〃

زرِ تعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر
فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۴۴ فصل:.... ۶ ھ کے غزوات

غزوۂ بنولحیان:

۱:۔۔۔اس سال ربیع الاوّل میں غزوۂ بنی لحیان ہوا، بنولحیان: بکسرِ لام بن ہذیل بن مدرکہ، عسفان کی جانب آباد تھے، اور یہ جگہ مکہ و مدینہ کے درمیان، مکہ سے دو مرحلوں پر واقع ہے، بقول بعض یہ غزوہ ۵ ھ میں ہوا، اور بقول بعض ۴ ھ میں، مگر صحیح یہ ہے کہ ۶ ھ میں ہوا، اس میں اختلاف ہے کہ کس مہینے میں ہوا؟ بعض نے ربیع الاوّل کہا ہے، بعض نے جمادی الاولیٰ، اور بعض نے رجب، آخری قول کو صحیح کہا گیا ہے۔ بنولحیان نے بیر معونہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ستر قراء صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کردیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا انتقام لینے کے لئے دو سو صحابہؓ کے ساتھ نکلے، ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں قائم مقام بنایا، لشکر میں بیس گھوڑے تھے، بنولحیان اطلاع پاکر پہاڑوں کی طرف بھاگ نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس آگئے، لڑائی نہیں ہوئی۔

غزوۂ حدیبیہ:

۲:۔۔۔اسی سال غزوۂ حدیبیہ ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن یکم ذی قعدہ کو چودہ سو یا پندرہ سو اَفراد کی معیت میں روانہ ہوئے، مدینہ میں ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو، اور بقول بعض نُمیلہ بن عبداللہ اللیثی کو جانشین بنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذُوالحلیفہ سے عمرے کا اِحرام باندھا، مگر کفار کی ہٹ دھرمی کی بنا پر اس سال عمرہ ادا نہ کرسکے، بلکہ اگلے سال اس کی قضا کی، اس غزوہ میں جنگ نہیں ہوئی، بلکہ صلح ہوگئی۔ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام بائیس دن رہا، اور ذی الحجہ میں مدینہ واپسی ہوئی۔ حدیبیہ:..... ایک چھوٹی سی بستی کا نام تھا جو مکہ مکرّمہ سے بارہ میل مغربی جانب، مکہ اور جدہ کے درمیان واقع تھی، دراصل یہاں حدیبیہ نامی ایک کنواں تھا، اسی کے نام سے یہ بستی موسوم تھی، اب یہ کنواں ''بیر شُمیس'' کہلاتا ہے۔

غزوۂ ذی قرد:

۳:۔۔۔اسی سال غزوۂ حدیبیہ کے بعد اور غزوۂ خیبر سے پہلے ذی الحجہ میں غزوۂ ذی قرد ہوا، جسے غزوۃ الغابہ بھی کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِطلاع ہوئی کہ عیینہ بن حصن نے چالیس سواروں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں پر ڈاکا ڈالا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابنِ اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں جانشین بنایا اور تین سو اَفراد کو مدینہ کے پہرے پر مقرّر کیا، اور خود پانچ سو اور بقول بعض سات سو غازیوں کو لے کر ان کے تعاقب میں نکلے، حضرت سلمہ بن اَکوع رضی اللہ عنہ تنِ تنہا، پاپیادہ تمام مسلمانوں سے آگے نکل گئے، مشرکوں پر تیراندازی کرتے ہوئے انہوں نے تمام اُونٹ واگزار کرائے اور دُشمن کے ہاتھ سے تیس چادریں، تیس نیزے اور تیس ڈھالیں بھی چھین لیں، اور اپنے تیروں سے کئی کافروں کو جہنم رسید بھی کیا، یہ تنہا اُونٹوں کو واپس لا رہے تھے کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ پہنچ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہیں سے مدینہ واپس آگئے۔

ذُوقرد:..... علاقہ غطفان سے متصل، خیبر کے راستے میں، مدینہ سے ایک برید کے فاصلے پر ایک کنواں تھا، صحیح بخاری میں روایت ہے کہ: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے واپس ہوکر مدینہ میں صرف تین دن ٹھہرے، اور پھر غزوۂ خیبر کے لئے تشریف لے گئے۔'' اس روایت میں تصریح ہے کہ غزوۂ ذی قرد، غزوہ حدیبیہ کے بعد ہوا تھا، مگر بعض نے کہا ہے کہ غزوۂ ذی قرد ربیع الاوّل یا جمادی الاولیٰ یا شعبان ۶ ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا، لیکن بخاری کی روایت زیادہ صحیح ہے، اور بعض حضرات نے ان دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ غزوۂ ذی قرد دو مرتبہ ہوا۔ (جاری ہے)

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

سعودی سفیر کے نام کھلا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

’’عزت مآب جناب نواف بن سعید المالکی سعودی سفیر برائے پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید ہے کہ آپ ایمان اور صحت کی بہترین کیفیت میں ہوں گے!

اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے تحت جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار (جو دنیا بھر میں خود کو احمدی کہلواتے ہیں) غیر مسلم ہیں۔ ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے 1974ء میں متفقہ طور پر آئینی اور شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا، اسی سلسلہ میں (موتمر المنظمات الاسلامیۃ فی العالم) اسلامی تنظیموں کی عالمی کانفرنس (14 تا 18 ربیع الاول 1394ھ 6 تا 10/ اپریل 1974ء) کو رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام مکہ مکرمہ سعودی عرب میں منعقد ہوئی تھی۔ اس میں دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور حکومتوں کے 140 نمائندہ وفود شریک ہوئے تھے۔ اس کانفرنس نے قادیانیوں کے بارے میں جو قرارداد اتفاق رائے سے منظور کی تھی وہ یہ ہے:

’’قادیانیت یا احمدیت یہ ایک ایسا تخریبی گروہ ہے جو اپنے ناپاک مقاصد کو چھپانے کے لئے اسلام کا نام استعمال کرتا ہے۔ اس کے اسلامی تعلیمات کے منافی بنیادی امور یہ ہیں:

1...... اس کے بانی نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ 2...... یہ قرآن کریم کی آیات میں تحریف کرتے ہیں۔

3...... یہ جہاد کو منسوخ قرار دیتے ہیں۔

قادیانیت، برطانوی سامراج کی پروردہ ہے اور یہ اسی کی حمایت اور سرپرستی میں ترقی کر رہی ہے۔ یہ امت مسلمہ کے مسائل اور معاملات میں خیانت کرتی رہی ہے اور سامراج اور صیہونیت کی وفادار ہے۔ قادیانیت اسلام دشمن طاقتوں سے تعاون کرتے ہوئے اسلامی عقائد اور تعلیمات کو مسخ کرنے اور ان میں تحریف کرنے کے لیے ان کے آلۂ کار کے طور پر کام کرتی ہے۔

علاوہ ازیں قادیانی مختلف عالمی اور مقامی زبانوں میں قرآن کریم کے تحریف شدہ تراجم کی اشاعت کرتے ہیں۔ ان خطرات کا مقابلہ

کرنے کے لیے کانفرنس سفارش کرتی ہے:

1...... تمام اسلامی تنظیمیں اس امر کا اہتمام کریں کہ قادیانیوں کی سرگرمیوں کو ان کے اداروں کے اندر محدود کیا جائے۔ نیز مسلمانان عالم کو ان کے ہتھکنڈوں سے بچانے کے لیے عالم اسلام کو ان کی حقیقت اور سیاسی سرگرمیوں سے آگاہ کیا جائے۔

2...... اس گروہ کے کافر اور اسلام سے خارج ہونے کا اعلان کیا جائے اور اسی وجہ سے مقدس مقامات میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

3...... مسلمان قادیانیوں یا احمدیوں کے ساتھ کوئی لین دین نہ کریں، نیز ان کا معاشی، سماجی اور تعلیمی بائیکاٹ کیا جائے، نہ ان سے شادی بیاہ کیا جائے اور نہ انہیں مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ ان سے ہر طرح کافروں جیسا برتاؤ کیا جائے۔

4...... تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ نبوت کے جھوٹے مدعی مرزا قادیانی کے پیروکاروں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کو روکیں اور انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیں اور انہیں حکومت کی کلیدی اسامیوں پر تعینات نہ کریں۔

5...... قرآن کریم میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم کا شمار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے۔ نیز ان تراجم کی نشر و اشاعت کو روکا جائے۔‘‘

اس وضاحت وصراحت کے بعد عرض خدمت ہے کہ حال ہی میں ایک خبر سوشل میڈیا پر گردش کر رہی ہے کہ حکومت سعودی عرب نے برطانیہ کے ایک معروف قادیانی ڈاکٹر افتخار احمد ایاز کو حج بیت اللہ کے لئے خصوصی شاہی پروٹوکول فراہم کیا اور اسے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ جیسے مقدس شہروں میں جہاں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع ہے، مسلمانوں کی طرح عبادت کرنے کی اجازت دی۔ پاکستان کی تمام بڑی عدالتیں (وفاقی شرعی عدالت، لاہور ہائی کورٹ، کوئٹہ ہائی کورٹ، اور سپریم کورٹ آف پاکستان) اپنے فیصلوں میں یہ قرار دے چکی ہیں کہ قادیانیوں کا دین اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شعائر اسلامی استعمال نہیں کر سکتے۔ ایک قادیانی کو اس طرح شاہی پروٹوکول میں حج کی اجازت دینا مسلمانوں کے ایمانی، مذہبی جذبات کو مجروح کرنے اور اسلامی نظریاتی سرحدوں کو منہدم کرنے کے مترادف ہے۔ ہماری آپ سے دردمندانہ درخواست ہے کہ آپ اس سلسلہ میں جید علماء کرام کی سرپرستی میں تحقیقات کرائیں کہ اس مذموم حرکت اور سازش کا ذمہ دار کون ہے؟

مزید برآں اس سلسلہ میں مستقبل میں اس کے تدارک کے لئے بھی ضروری قانون سازی کی ضرورت ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دنیا بھر میں تمام مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے۔ ہم اس سلسلہ میں آپ سے مکمل معاونت کے لئے تیار ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

والسلام مع الاکرام

محتاج دعا

(مولانا) اللہ وسایا

مرکزی راہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان‘‘

22 جولائی 2023ء

معلم انسانیت ﷺ کا فلسفہ تعلیم وتربیت

بیگم بلقیس عبدالوہاب چوہدری

تاریخ انسانیت میں یہ منفرد مقام مجاہد اعظم، رہبر اعظم، مبلغ وداعی اعظم، بے مثال مربی ومزکی، شارح کتاب اللہ، عظیم ترین مدبر ومنتظم اور اعلیٰ ترین معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، تعلیم و تربیت ایک روشن مثال ہے۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتربیت کا بدر کامل ہیں، جس کی ٹھنڈی روشنی تسکین جان بنتی ہے۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت تعلیم وتربیت کا بحرِ بیکراں ہیں، جو انسانیت کو گوہر ہائے مطلوب سے نوازتی ہے، مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی حیات انسانی کے تمام ادوار کے لئے تعلیم وتربیت میں ایک مکمل نمونہ ہے۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تعلیم وتربیت کا آفتاب ہے، جس کی نورانی کرنیں بنی نوع انسان کے دلوں کو منور کرتی ہیں۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کا رویہ، کردار اور طرزِ عمل ایک بہترین نمونہ اور عمدہ مثال ہے۔

قرآن مجید کی رو سے مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم بنیادی طور پر معلم انسانیت بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لئے تعلیم وتربیت کتاب وحکمت اور تزکیہ نفس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنیادی تعلیم تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اعلان فرمایا کہ ''انما انا بعثت معلماً'' (بلاشبہ میں تو معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے دین کی بنیادوں یعنی عقائد کی تعلیم دی، آپ کا عقائد کی تعلیم کو اولیت دینا فطری اور ضروری تھا، کیونکہ عقیدہ انسان کے افعال واعمال اور حرکات کا صدور ہوتا ہے۔ انسانی سیرت کی تعمیر وتخریب کا تمام تر دارومدار عقائد پر ہی ہوتا ہے۔ یہ عقائد پانچ ہیں، جو نہ صرف مذہبی اور روحانی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ اسلام کی بنیاد ہی ان عقائد پر استوار ہوتی ہے۔

(الف) اللہ تعالیٰ پر ایمان، (ب) فرشتوں پر ایمان، (ج) رسولوں پر ایمان، (د) آسمانی کتابوں پر ایمان، (ہ) قیامت کے دن پر ایمان۔

مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت میں سب سے مقدم عقیدہ توحید ہے۔ توحید اپنی اہمیت کے اعتبار سے اعمال کا سرچشمہ ہے۔ دین اسلام کی بنیاد صرف ایمان باللہ پر قائم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی انقلاب خیز تعلیم سے مختلف اور متضاد انسانی عناصر کو جمع کیا اور ایک ملت بنایا اور ایک انتہائی اعلیٰ نصب العین کے لئے جینے اور مرنے کا حوصلہ عطا فرمایا۔ عقیدہ توحید کی رو سے سب کا اللہ تعالیٰ ایک ہے اور سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں، اس لئے بربنائے انسانیت ایک انسان کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے، ایمان باللہ نے انسانوں کے درمیان اختلاف کو ختم کر دیا اور غیر الٰہی حاکمیت کے ہر بندِ غلامی سے نجات دلا دی۔

ایمان بالملائکہ: فرشتوں پر ایمان، اس عقیدہ کا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ ملائکہ کے وجود کا اقرار کیا جائے بلکہ ملائکہ کا صحیح تصور یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تردید کی کہ فرشتے اللہ کی اولاد ہیں۔ آپ کی تعلیم نے بتایا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی معزز اور اطاعت گزار مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔ ایمان بالملائکہ سے انسان میں عزت نفس کا احساس پیدا ہوتا ہے، اسے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات میں کوئی چیز انسان سے افضل نہیں ہے اور فرشتے تو خود انسان (حضرت آدم علیہ السلام) کے سامنے سربسجود ہو چکے ہیں۔

ایمان بالرسالت: عقیدہ رسالت کا ایک جز تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام عالم انسانیت کے لئے ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل ہو گئی ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ ایمان بالرسل یہ ہے کہ گزشتہ تمام انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان لایا جائے۔ عقیدہ رسالت کا شمار اگرچہ ایمان باللہ کے بعد ہوتا ہے، لیکن عملی طور پر رسول کے بغیر اللہ تعالیٰ کی حیثیت مقدم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی تعلیم تمام انسانوں، تمام عالم اور آنے والے زمانوں کے لئے ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنیادی طور پر معلم انسانیت بنا کر بھیجا گیا تھا۔ تعلیم کتاب و حکمت اور تزکیہ نفس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت کا پہلا سبق تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انما انا بعثت معلما ''... بلاشبہ میں معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں.... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت ہدایت ابدیت اور عالمگیریت کی حامل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شارح کتاب الٰہی، معلم و مربی، پیشوا اور نمونہ تقلید ہیں، کیونکہ معاشرہ کی فلاح میں یہ تمام صفات ناگزیر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ ایسا علم عطا کیا گیا جو ہر قسم کے خطاونسیان سے ماوراء ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت حق و صداقت پر مبنی ہے اور علم حق وصداقت وہ اقدار ہیں جو مشرق و مغرب، سیاہ وسفید اور قدیم وجدید سب کے لئے ہی یکساں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور دعوت عام ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا ہے۔

ایمان بالکتب: کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جو بندوں کی راہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی، جس کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں بھیجے گئے۔ ایمان بالکتب ایمان بالرسالت کا تقاضا ہے۔ اس لئے کتاب کو رسالت سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور آخری کتاب قرآن کریم ہے جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ کتاب لفظی بیان ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا عملی نمونہ، انسان کی تعلیم و تربیت کے لئے دونوں کی یکساں ضرورت ہے۔ ایک مسلمان کو تمام کتب آسمانی پر ایمان لانے کی تلقین کی گئی ہے۔ قرآن مجید تمام اہل ایمان کے لئے دستور العمل ہے، قرآن مجید پوری طرح محفوظ ہے اور ہر قسم کی تحریف وتبدیلی سے پاک ہے۔ قرآن مجید گزشتہ رسولوں کی تعلیمات کا بھی محافظ ونگران اور جامع ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت قرآن کی تفسیر ہے۔ یہ کتاب سراسر حق ہے۔

ایمان بالآخرت: کا مطلب ہے قیامت، ایک مسلمان کا عقیدہ ہے کہ قیامت آئے گی اور حساب کتاب ہوگا ایک زبردست عدالت قائم ہوگی ہر شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوگا، اعمال جانچے جائیں گے حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا، اچھے اعمال کا انعام جنت ہے اور بُرے اعمال کی سزا جہنم ہے۔ اس عقیدہ کو تسلیم کر لینے سے انسان کا نقطۂ نظر بنیادی طور پر منقلب ہوجاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام معاملات کو یہ سمجھتے ہوئے انجام دے کہ وہ اپنی ہر حرکت اور ہر فعل کا ذمہ دار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت تقویٰ و طہارت، پاکیزگی و پاکبازی، سرفروشی بے خوفی اور بہادری، مصائب پر صبر، نیک کاموں میں جان و مال خرچ کرنے کی ترغیب اچھے کاموں کو اختیار کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کا درس دیتی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم زندگی کے کسی ایک گوشہ سے متعلق نہ تھی بلکہ ہر لحاظ سے جامع اور ہر شعبہ حیات پر حاوی تھی۔ ہجرت مدینہ سے پہلے کی مکی زندگی اور جدوجہد کو نوعیت کے اعتبار سے عمل کہا جاسکتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات نے انسانوں کی زندگی کا رُخ بدل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی نظریہ حیات کی تعلیم دی، ان تعلیمات کا عملی سبق سکھانے کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کو اپنی تعلیم وتربیت کا مرکز بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں پر جماعت سے نماز ادا کرنا لازم قرار دیا تاکہ مسلمان مساوات، اخوت، تعاون اور نظم و اطاعت کا عملی سبق سیکھیں، جمعہ اور عید کے مواقع پر خطبات کے ذریعے دین و دنیا کی تعلیم دی جاسکے۔ مسجد نبوی میں بڑے پیمانے پر تعلیم و تربیت کے انتظامات کے سلسلے میں مسجد سے ملحق درسگاہ صفہ تھی، مدینہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی اور اسی کے ساتھ صفہ یا چبوترہ بھی تعمیر کیا گیا۔ صفہ کو اولین اسلامی اقامتی جامعہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ اس اقامتی جامعہ میں قرآن مجید کی تعلیم حفظ و ناظرہ تجوید اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم کا بندوبست تھا، جس کی نگرانی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ درسگاہ صفہ میں مقیم طلبا کی تعلیم کا انتظام تھا اور ایسے لوگ بھی تعلیم کے لئے آتے تھے جو مدینہ میں رہتے تھے اور صرف درس کے لئے وہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تعلم کے لئے مستقل انتظامات فرمائے تھے۔ زیادہ سے زیادہ تعلیم و تربیت کے مواقع فراہم کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ مدینہ میں صفہ کے علاوہ ایک اور اقامتی درس گاہ بھی تھی جو مخرمہ بن نوفل کے مکان میں ''دارالقراء'' کے نام سے قائم تھی۔ مدینہ کی دیگر مساجد بھی تعلیم و تربیت کا بڑا ذریعہ تھیں۔ مسجد قبا کے مدرسے کی نگرانی شخصی طور پر خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے۔

قبائل کی تعلیم وتربیت کے لئے معلموں اور قاریوں کو ملک کے مختلف حصوں میں بھیجا جاتا تھا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وسیع پیمانے پر تعلیم وتربیت کے لئے انتظامات فرمائے۔

تعلیم وتربیت کو معلمین کے علاوہ صوبہ کے گورنروں کے فرائض منصبی کا حصہ بنایا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمی سرگرمیوں میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی اہمیت دی گئی ہے، چنانچہ عہد نبوی میں نہ صرف معلمین بلکہ معلمات بھی اشاعت تعلیم میں حصہ لیتی تھیں۔ اشاعت اسلام اور دین کی تعلیم وتربیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم وتربیت کے کام کو باقی تمام کاموں پر مقدم رکھا اور ہر حالت میں اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ہمہ وقت مصروف رہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت کی خصوصیت یہ ہے کہ جو تعلیم آپ نے دی، آپ کی زندگی اس کی جیتی جاگتی عملی زندگی تھی، خود عمل کرکے دکھایا اور انسانیت کے لئے بہترین نمونہ پیش فرمایا تاکہ لوگ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ہی عمل نہ کریں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال کی بھی پیروی کریں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت نے لوگوں کے نظریات کی اصلاح کی اور ان کے کردار کو سنوارا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے لے کر آخری سانس تک تعلیم پھیلانے کی کوشش اور انہماک اور تندہی سے کی کہ اس کی نظیر تاریخ انسانی پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تبلیغ، درس اور تعلیم و تربیت کا انداز ایسا ہے کہ تینوں کام ساتھ ساتھ تکمیل پاتے ہیں۔ چنانچہ کارِ نبوت میں ان تینوں مراحل کو قرآن مجید میں متعدد مقامات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وعظ کا تعلق ان لوگوں سے ہے جنھوں نے اب تک دعوت قبول نہ کی ہو اور تعلیم و تربیت ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے سابقہ عقائد کو چھوڑ کر نبی کی جماعت میں شامل ہوگئے ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ نوع انسانی کے لئے نظام تعلیم وتربیت کا ایک مکمل نمونہ ہے۔دراصل درس گاہِ مجاہد اعظم ایک چلتی پھرتی اور متحرک درس گاہ ہے، جس کا طرز تعلیم محض نظری استدلال پر مبنی نہیں ہے اور نہ مدرسہ وخانقاہ کی حدود کا پابند ہے بلکہ سفر وحضر، خلوت وجلوت، بزم ورزم اور زندگی کے ہر میدان اور ہر شعبہ میں تعلیم وتربیت کا کام برابر جاری رہتا تھا۔شہسواری کی تعلیم گھر کی چار دیواری یا صحن مسجد میں نہیں دی جاسکتی بلکہ گھوڑے کی پیٹھ پر اس فن کی مشق کرائی جاتی ہے۔ پیراکی کے اصول خشکی پر نہیں بلکہ طوفانی لہروں کی کشاکش میں ڈال کر سکھائے جاتے ہیں، کتاب کے جامد نقوش انسانی قلوب میں وہ برقی روکس طرح پیدا کرسکتے ہیں جو مردِ حق آگاہ کی نگاہ انقلاب انگیز سے پیدا ہوتی ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف فرما ہوتے تو اطاعت وعبادت کے فضائل، امورِ خانہ داری اور عام معاشرتی مسائل کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا، جب مسجد میں تشریف لاتے تو مسلمانوں کے اجتماع میں طہارت وعبادت، حلال وحرام، اخلاق ومعاشرت اور سیاست ومعیشت کے نکات ومعارف بیان فرماتے اور جب مجاہدین کا لشکر جرار جہاد کے لئے کوچ کرتا تو اثنائے سفر اور میدان جنگ میں بھی اللہ پرستی، اخلاص مقصد طہارت و پاکیزگی اور احترام آدمیت کا درس دیتے، غرض ہر لحظہ تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہتا۔

شجاعت وسخاوت عربوں کا مایہ خمیر تھی، لیکن وہ ان اوصاف کو انسانیت کی فلاح وسعادت کے لئے نہیں بلکہ قتل و غارت اور توہین آدمیت کے لئے استعمال کرتے تھے۔لوٹ مار، انسانوں کو آگ میں جلانا، عورتوں کو بے آبرو کرنا، بچوں اور بزرگوں کو قتل کرنا، چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیشتر غزوات میں اسلامی فوجوں کی خود قیادت فرماتے تھے۔اس لئے قدم قدم پر اسلامی قوانین صلح و جنگ کی تعلیم دیتے جاتے تھے۔ایک غزوہ میں مسلمانوں کو بھوک نے تنگ کیا، وہ کہیں سے بکریاں لوٹ لائے اور ذبح کرکے ان کا گوشت پکانا شروع کردیا، مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگچیاں الٹوادیں اور فرمایا: ’’لوٹ مار کا مال مردار سے زیادہ حلال نہیں ہے۔‘‘ (ابوداؤد)

فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’زخمی پر حملہ نہ کیا جائے، بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا جائے، قیدی کو قتل نہ کیا جائے، جو دروازہ بند کرے اس کو امن دیا جائے۔‘‘ (فتوح البلدان)

’’تم اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر جہاد کرو، اللہ کا انکار کرنے والوں سے لڑو، مالِ غنیمت میں چوری نہ کرو، بدعہدی نہ کرو، مثلہ (لاش کی بے حرمتی) نہ کرو، اور بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرو۔‘‘ (رواہ مالک)

مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت اور علم وعمل کا اتحاد ایک ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ دورِ نبوت کی جنگی مہموں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح وحشیانہ جنگی طریقوں کی

اصلاح کی اور قانون صلح و جنگ کو کس طرح عملاً نافذ کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے جوش عمل کا یہ حال ہوتا تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کوئی حکم جاری ہوتا اور اس پر عمل شروع ہوجاتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لے گئے، اس وقت وہاں دو گروہ الگ الگ بیٹھے تھے، ایک گروہ عبادت میں مشغول تھا اور دوسرا درس و تدریس میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اول الذکر گروہ بیشک نیک کام کررہا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ کی مرضی اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشے یا مسترد کردے، لیکن دوسرا گروہ تعلیم وتعلم کا کام کررہا ہے جو آئندہ نسلوں تک اپنا اثر چھوڑنے والا ہے۔ مجھے بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہے، اس لئے میں اسی گروہ میں بیٹھنا پسند کرتا ہوں۔“

مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی مشن یہ ہے کہ تاریکیوں میں گھری ہوئی نسل آدم کو یقین وایمان کی ضیاء پاشیوں سے منور کیا اور اس کو ضلالت کی راہ سے ہٹا کر شرفِ انسانیت کی شاہراہ پر لگادیا۔

اُمت مسلمہ کی خوش نصیبی ہے کہ تعلیمات نبوی کے ذریعے واضح تعلیم و تربیت کی حکمت نصیب ہوئی۔ یہ حکمت دائمی اور ابدی صداقتوں کی حامل ہے۔ مجاہد اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے حلال وحرام کی حدود اور خیر وشر کے پیمانوں کو واضح کیا اور ایسی زندہ اور محکم اقدار دیں، جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے ایسے اطاعت شعار انسان تربیت یافتہ ہوئے، جنہوں نے معلم انسانیت کی سنت کی پیروی کی اور اسلام کے برعکس کسی دوسرے نظریئے کو قبول نہ کیا۔ انسان کی کردار سازی میں متعدد عوامل ہوتے ہیں، لیکن ان میں سب سے موثر اور کارگر عمل تعلیم وتربیت کا ہے، وحدت فکر وعمل اور وحدت دین ودنیا کے عالمگیر آفاقی نظریہ کی روشنی میں تعلیم وتربیت کو قرآن مجید اور احادیث کے آئینے میں اس طرح وضع کیا جائے کہ خالق کائنات اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو نمایاں حیثیت دی جائے، مسلمانوں کے دلوں میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کو جاگزیں کیا جائے۔ احادیث میں تعلیم و تربیت کو انسان کی اولین ضرورت اور اس کے حصول کی بڑی فضیلت کا باعث قرار دیا گیا ہے۔

خیر کی تعلیم دینے والے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ، فرشتے، اہل زمین، حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں دعائے خیر کرتی ہیں۔ (ترمذی)

☆☆ .... ☆☆

دکھی انسانیت کے نام

میرے بھائیو! صحیح علاج کیلئے دوا کے ساتھ ساتھ تدابیر اور غذا کی موافقت بھی لازمی ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ خونی پیچش ہوں اور تکے کباب روسٹ بروسٹ وغیرہ کھائے جائیں اور پھر شفاء کی اُمید رکھی جائے اسی طرح یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ گوشت خوری بھی کی جائے اور تیزابیت بھی نہ ہو دودھ اور چاول کھائے جائیں اور نزلہ زکام کو فائدہ ہوجائے۔ میرے بھائیو! حکمت بچوں کا کھیل نہیں یہ طویل ترین ریاضت تجربہ اور محنت کے ساتھ ساتھ قلب ونظر کی پاکیزگی اور توجہ الی اللہ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ بفضل تعالیٰ چالیس سالہ تجربہ کے دوران بے شمار ملکی وغیر ملکی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔ طبیہ کالج کا سابقہ لیکچرار ہوں 3 ایوارڈ اور ایک تعریفی سند حاصل کر چکا ہوں مرکزی سرپرست متحدہ حکماء محاذ پاکستان ہوں ہمارے تیار کردہ کورسز میں کوئی نشہ آور، کوئی زہریلی، کوئی ایلوپیتھک دوائی نہیں ہے

خصوصی نوٹ: 1: مشورہ فیس مبلغ 500 روپے 2: معائینہ فیس مبلق 1000 روپے

3: مبلغ چھ صد روپے بھیج کر میری کتاب نظریہ مفرد اعضاء منگوا کر علاج بالغذا۔ علاج بالدوا پر عمل کریں انشاء اللہ شفا ہوگی

4: ہمارے پندرہ روزہ کورسز درج ذیل ہیں

بے خوابی	ضعف بصر	مونہہ سے بدبو	تپ دق	بھوک بند ہونا	بھگندر	تقطیر البول	وجع المفاصل	تشنج وکزاز	موٹاپا	سانس پھولنا	بے اولادی	خاموش جنون	اماس	عدم انتشار	ہیموفیلیا
نسیان	بند نزلہ	رال ٹپکنا	ٹی بی	السر	گیس	سلسل البول	تحجر المفاصل	مہرے ہل جانا	دبلا پن	تریاق نشہ	اسقاط	اعضاء کا سُن ہونا	استسقاء	پس سیل	کمی جراثیم
مرگی	کیرا	لکنت	کولسٹرول	دائمی قبض	یورک ایسڈ	بول بستری	گینٹھیا	الرجی	بال گرنا	اٹھرا	اولاد نرینہ	فالج	اعصابی کمزوری	بریسٹ کینسر	ایزوسپرمیا
رعشہ	ناک کی ہڈی کا بڑھنا	گلہڑ	دل کا دورہ	سنگرہنی	پتھری	بواسیر	عرق النساء	برص	بال سفید ہونا	ہسٹریا	سوکڑا	بلڈ پریشر	جسمانی کمزوری	لیوکیمیا	عنانت
ٹینشن	مونہہ کے چھالے	دمہ	دل کے وال بند ہونا	اپنڈکس	شوگر	سوزاک	کمر درد	رسولیاں	کمی خون	ٹیوبز کا بند ہونا	تلخ جنون	ہیپاٹائٹس	بچی لاغری کوتاہی	تھیلاسیمیا	سدا جوانی

حکیم حاجی عبدالکریم بھٹیؒ

0321-7545119

0345-7545119

ہر قسم کی رقم پہلے بھیجیں۔ مس کال نہیں کال کیجئے

یو بی ایل مکمل کرنٹ اکاؤنٹ نمبر

0341232584961

موبی کیش اکاؤنٹ نمبر

0321-7545119

ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر

0345-7545119

لاہور اوکاڑہ روڈ حبیب آباد ضلع قصور

”صُوَرٌ مِنْ حَيَاةِ الصَّحَابَة“

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پاچکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔“ (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یو کے اسلامک مشن

بنی عبد مناف میں سے پانچ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی غیر معمولی مشابہت رکھتے تھے کہ کمزور نگاہ والوں کو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اکثر التباس ہوجایا کرتا تھا۔

یقیناً آپ اُن پانچوں حضرات کا تعارف حاصل کرنا چاہتے ہوں گے جو آپ کے نبی کے ساتھ اتنی مشابہت رکھتے ہوں، تو آیئے ہم ان کا تعارف حاصل کریں۔

وہ ہیں حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برادر عم زاد اور رضاعی بھائی حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب، آپ کے چچازاد بھائی۔ حضرت سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم، امام شافعیؒ کے دادا، حضرت حسن بن علی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے۔ وہ پانچوں میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشابہ تھے اور حضرت جعفر بن ابی طالبؓ، امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؓ کے برادر حقیقی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ذیل کی سطروں میں ہم حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی زندگی کی چند جھلکیاں آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

ابوطالب قریش اور خاندانِ بنی ہاشم میں اپنی رفعتِ شان اور علو منزلت کے علی الرغم ایک کثیر العیال اور تنگ دست شخص تھے اور اس قحط نے ان کی مفلوک الحالی میں مزید اضافہ کردیا تھا، جس میں قریش کے لوگ مبتلا تھے۔ جس کی لپیٹ میں آکر جانور ہلاک اور فصلیں تباہ و برباد ہورہی تھیں، جس نے لوگوں کو بوسیدہ ہڈیاں تک کھانے پر مجبور کردیا تھا۔ اس وقت محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب بنو ہاشم کے خوشحال ترین افراد تھے۔

ایک روز محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عباس سے کہا:

”چچا جان! آپ کے بھائی ابوطالب ایک کثیر العیال آدمی ہیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ کس بُری طرح سے قحط کی شدت اور فاقہ کشی کا شکار ہورہے ہیں۔ کیوں نہ ہم ان کے پاس چلیں اور ان کے بچوں میں سے کچھ کی کفالت اپنے ذمہ لے کر ان کے بار کو کچھ ہلکا کرنے کی کوشش کریں۔“

عباس نے ان کی اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا:

”بے شک تم نے ایک کارِ خیر کی طرف دعوت دی ہے اور حُسنِ سلوک پر اکسایا ہے۔“

پھر دونوں نے جاکر ابوطالب سے کہا:

”جب تک لوگوں کے سروں سے مصیبت کے یہ بادل چھٹ نہیں جاتے، ہم چاہتے ہیں کہ بچوں کی پرورش کا جو بھاری بوجھ تنہا آپ کے کندھوں پر ہے، اس میں آپ کا ہاتھ بٹائیں اور آپ کے اس بوجھ کو کچھ ہلکا کریں۔“

ابوطالب نے بھائی اور بھتیجے کی اس پیشکش کو قبول کرتے ہوئے کہا:

”اگر تم لوگ عقیل کو میرے لئے چھوڑ دو تو باقی بچوں کے متعلق جو چاہو فیصلہ کرسکتے ہو۔“

چنانچہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے علی کو

اور عباس نے جعفر کو لے کر اپنے بچوں کے ساتھ شامل کرلیا۔اس کے بعد علی برابر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا اور دین حق اور ہدایت دے کر مبعوث فرمایا۔ اسی طرح جعفر بھی برابر اپنے چچا عباس کے یہاں رہے، یہاں تک کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے اور پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ اس کاروان نکہت ونور میں آغاز سفر ہی سے شریک تھے۔ یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارِ ارقم میں داخل ہونے سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر ایمان لا چکے تھے اور اس ہاشمی نوجوان اور اس کی نوعمر بیوی نے قریش کے ہاتھوں وہ ساری بلائیں اور مصیبتیں جھیلیں جن سے ابتدائی زمانے کے مسلمانوں کو پالا پڑا تھا۔انہوں نے ہر اذیت پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا، کیونکہ ان کو یہ بات بخوبی معلوم تھی کہ جنت تک پہنچنے کے لئے ان پُرخار وادیوں اور دشوار گزار گھاٹیوں کو عبور کرنا ناگزیر ہے۔ لیکن یہ چیز ان کے اور ان کے دوسرے دینی بھائیوں کے لئے انتہائی تکدر اور پریشانی کا سبب بنی ہوئی تھی کہ قریش کے لوگ ان کے اور اسلامی شعائر واحکام کی ادائیگی کے درمیان حائل ہوکر انہیں لذت عبادت سے محروم کررہے تھے۔ وہ ہر جگہ ان کی گھات میں بیٹھے رہتے اور ہر وقت ان کی نگرانی کرتے رہتے تھے۔

اس صورت حال سے تنگ آ کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ اپنی بیوی اور صحابہ کرام کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ آپ نے انہیں اس کی اجازت تو دے دی، مگر آپ کو اس پر دلی صدمہ ہوا۔ کیونکہ یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مستقل سوہان روح کا باعث تھی کہ ان پاک طینت اور نیک نفس ہستیوں کو صرف اس جرم میں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اعلان کیا ہے، ناحق اور ظالمانہ طور پر مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنا پیارا وطن جس کی گلیوں اور میدانوں میں انہوں نے اپنے بچپن اور جوانی کے بہترین ایام گزارے ہیں، جس کے گوشے گوشے اور ذرے ذرے پر ان کی محبت کے لافانی نقوش ثبت ہیں، چھوڑ کر چلے جائیں۔ لیکن اس وقت آپ کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ قریش کے ان مظالم کو روک سکتے۔

مہاجرین کا یہ پہلا قافلہ خدا کی راہ میں اپنا وطن چھوڑ کر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں سرزمین حبشہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اس کے نیک دل اور انصاف پسند حکمران نجاشی کی پناہ میں قیام پذیر ہوگیا اور قبولِ اسلام کے بعد پہلی بار انہوں نے سکون و اطمینان کا سانس لیا اور عبادت الٰہی کی لذت اور اس کی حلاوت سے لطف اندوز ہوئے۔ وہاں نہ ان کو اس بات کا کھٹکا تھا کہ کوئی ان کی عبادت کا مزہ کِرکرا کرے گا، نہ وہ اس اندیشے میں مبتلا تھے کہ کوئی ان کے پُرسکون لمحات کو بے چینی اور بے اطمینانی سے بدل دے گا۔

اِدھر جب قریش کو ان مسلمانوں کے ارض حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا علم ہوا اور ان کو پتہ چلا کہ وہ لوگ شاہِ حبشہ کی حمایت اور اس کی پناہ میں اپنے دین وعقیدہ کے مطابق اور بے خوفی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں تو وہ ان کے خلاف سازش اور صلاح ومشورہ میں مصروف ہوئے تاکہ یا تو انہیں قتل کرنے میں کامیاب ہو جائیں یا واپس لا کر قید خانے میں ڈال دیں۔اب وہ پوری سرگزشت ہم حضرت ام سلمہؓ کے حوالے کرتے ہیں کہ وہ اسے ہو بہو اس طرح بیان کریں جس طرح ان کی آنکھوں نے دیکھا اور ان کے کانوں نے سنا تھا، وہ فرماتی ہیں:

”جب ہم لوگ حبشہ کی سرزمین میں جا کر ٹھہرے تو وہاں ہم کو بہترین لوگوں کی ہمسائیگی ملی۔ وہاں ہم اپنے دین کے متعلق ہر طرح بے خوف ہوکر اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہوگئے۔ وہاں نہ تو ہم کو کسی اذیت سے دوچار ہونا پڑا نہ کوئی ناپسندیدہ اور دل آزار بات سننی پڑی۔ ان حالات کی اطلاع جب قریش کو ہوئی تو انہوں نے ہمارے خلاف سازش کرکے اپنے دو مضبوط آدمیوں، عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو نجاشی کے پاس بھیجا اور ان کی ہاتھ نجاشی، اس کے درباریوں اور فوجی سرداروں کے لئے سرزمین حجاز کی وہ نادر اور بیش قیمت چیزیں تحفہ کے طور پر بھیجیں جنہیں وہ پسند کرتے تھے۔ ساتھ ہی ان کو اس بات کی تاکید بھی کر دی کہ ہمارے (مسلمانوں کے) مسئلہ پر بادشاہ سے گفتگو کرنے سے پہلے ہر سردار کو اس کا تحفہ دے دینا۔

جب وہ دونوں حبشہ پہنچے تو حسب ہدایت سب سے پہلے وہ نجاشی کے درباریوں سے ملے

اور ان میں سے ہر ایک کے سامنے ہدیہ پیش کرنے کے بعد اس سے کہا کہ ہمارے یہاں کچھ ناسمجھ لڑکے جنہوں نے اپنے آباؤ اجداد کا پرانا دین ترک کرکے ایک نیا دین اپنالیا اور اپنی قوم کے اندر پھوٹ ڈال دی ہے..... بھاگ کر بادشاہ کے ملک میں آگئے ہیں۔ جب ہم بادشاہ سے ان کے معاملہ میں گفتگو کریں تو آپ لوگ ہماری تائید کریں اور اس کو یہ مشورہ دیں کہ وہ ان سے ان کے دین کے بارے میں کوئی سوال وجواب کئے بغیر انہیں ہمارے حوالے کردیں، کیونکہ ان کے قبیلوں کے سربراہ ان کو اور ان کے عقائد کو زیادہ بہتر طور پر جانتے اور سمجھتے ہیں تو درباریوں نے کہا کہ ہم ضرور بادشاہ کو مشورہ دیں گے۔''

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں:

''عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو اگر کوئی بات سب سے زیادہ ناگوار تھی تو وہ یہ کہ نجاشی ہم لوگوں میں سے کسی کو اپنے پاس بلا کر اس کی بات سنے۔ ان دونوں نے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوکر اس کی خدمت میں ہدیے پیش کئے جن کو اس نے بہت پسند کیا، پھر اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

''اے بادشاہ! ہمارے کچھ بدترین قسم کے نوجوان ہیں جنہوں نے بھاگ کر آپ کے ملک میں پناہ لے رکھی ہے۔ انہوں نے ایک ایسا دین اختیار کر رکھا ہے جس سے نہ ہم لوگ واقف ہیں نہ آپ ہی اس سے متعارف ہیں، انہوں نے ہمارا دین چھوڑ دیا ہے مگر وہ آپ کے دین میں بھی نہیں داخل ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کی قوم کے سرداروں، ان کے آباء واعمام اور ان کے خاندان کے سربراہوں نے اس درخواست کے ساتھ ہم کو آپ کی خدمت میں بھیجا ہے کہ انہیں واپس بھیج دیں، کیونکہ جو فتنہ ان لوگوں نے برپا کر رکھا ہے اس کو وہی لوگ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔''

یہ سن کر بادشاہ نے سرداروں کی طرف نظر اٹھائی، انہوں نے قریشی سفیروں کی تائید کرتے ہوئے کہا:

''عالی جاہ! یہ دونوں ٹھیک کہہ رہے ہیں، کیونکہ انہوں نے جو غلط رویہ اپنایا ہے، اس کے متعلق وہی لوگ بہتر جانتے ہیں اس لئے ان کو واپس بھیج دیں تاکہ وہ لوگ ان کے بارے میں جو مناسب سمجھیں فیصلہ کریں۔''

بادشاہ کو درباریوں کی یہ بات پسند نہیں آئی، اس نے سخت غصے کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

''نہیں، خدا کی قسم! جب تک ان کو بلا کر ان باتوں کے متعلق ان سے پوچھ نہیں لیتا جو ان کی طرف منسوب کی جارہی ہیں، انہیں کسی کے حوالے نہیں کرسکتا، اگر وہ باتیں جو یہ دونوں ان کے بارے میں کہہ رہے ہیں درست ہوئیں انہیں ان کے سپرد کردوں گا، لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو میں اس وقت تک ان کی حمایت سے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا جب تک وہ یہاں رہیں گے۔''

حضرت ام سلمہؓ اپنے بیان کا سلسلہ آگے بڑھاتے ہوئے کہتی ہیں:

''پھر نجاشی نے ہم لوگوں کو ملاقات کے لئے بلا بھیجا، پھر اس کے یہاں جانے سے پہلے ہم لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور ہم نے آپس میں کہا کہ بادشاہ ہم سے ہمارے دین کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔ اس موقع پر ہمیں کسی لاگ لپیٹ کے بغیر بالکل واضح طور پر وہ باتیں اس کے سامنے رکھ دینی چاہئیں جن پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور بادشاہ کے سامنے ہم سب لوگوں کی نمائندگی صرف جعفر بن ابی طالبؓ کریں گے۔ ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں بولے گا۔''

جب ہم لوگ بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ اس نے اپنے درباریوں کو بلا رکھا ہے، جو اپنی اپنی جگہوں پر اپنے مخصوص درباری لباس زیب تن کئے، سروں پر ٹوپیاں رکھے، سامنے کتابیں کھولے بیٹھے ہیں، ہم نے دیکھا کہ عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ بھی اس کے پاس پہلے سے موجود ہیں۔ جب سب لوگ اطمینان سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نجاشی نے ہماری طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا:

''وہ کون سا نیا دین ہے جو تم لوگوں نے اختیار کیا ہے، جس کے لئے تم نے اپنے آباؤاجداد کا دین ترک کردیا، مگر نہ تو میرے دین میں داخل ہوئے نہ دیگر ادیان وملل میں سے کسی کو اپنایا؟''

بادشاہ کا سوال سن کر جعفرؓ بن ابی طالب اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے اور انہوں نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''اے بادشاہ! ہم جاہل تھے، بت پرستی کرتے، مردار کھاتے، فواحش کا ارتکاب کرتے، قطع رحمی کرتے اور پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے۔ ہم میں کا ہر طاقتور اپنے کمزوروں پر ظلم ڈھاتا تھا۔ ایک زمانے تک ہماری زندگی کے شب و روز اسی طرح گزرتے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا جو خود ہم ہی میں سے تھا۔ جس کی خاندانی شرافت ونجابت، ذاتی صداقت وامانت اور فطری عفت وعصمت سے ہم سب اچھی طرح واقف تھے۔ اس نے ہم

کو خدا کی طرف پکارا۔ اس نے ہمیں دعوت دی کہ ہم خدا کو ایک مانیں، صرف اسی کی عبادت کریں اور پتھر سے تراشے ہوئے ان بے جان بتوں کی پرستش سے باز آجائیں جن کی پوجا ہم اور ہمارے آباؤ اجداد کرتے چلے آرہے تھے۔ اس نے ہم کو راست گوئی، امانتداری، صلہ رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، محارم سے اجتناب اور خونریزی سے احتراز کرنے کی تلقین کی، نیز بے حیائی، دروغ گوئی، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم خدائے واحد کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھیں......

ہم نے اس کی تصدیق کی، اس پر ایمان لائے اور اس کے ان تمام احکامات وہدایات کی پیروی کی جن کو وہ خدا کے یہاں سے لایا تھا۔ اس نے جن چیزوں کو ہمارے لئے حلال کیا، ہم نے ان کو حلال جانا اور جن چیزوں کو ہمارے اوپر حرام قرار دیا، ہم نے ان کو حرام مان لیا۔

اے بادشاہ! یہی ہمارے وہ جرائم ہیں جن کی وجہ سے ہماری قوم ہماری مخالف ہوگئی۔ وہ ہمارے اوپر ٹوٹ پڑی، اس نے ہم کو سخت ترین عذاب سے دوچار کیا تاکہ وہ ہم کو ہمارے دین سے پھیر کر دوبارہ بُت پرستی میں مبتلا کردے۔ جب انہوں نے ہمارے اوپر ظلم وستم کی حد کردی، ہمارے اوپر عرصۂ حیات تنگ کردیا، ہم کو مغلوب کرلیا اور ہم کو اپنے دین پر عمل کرنے سے روک دیا اور پانی ہمارے سر سے اونچا ہوگیا تو ہم اپنا وطن چھوڑ کر آپ کے ملک میں چلے آئے۔ ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی اور آپ کی ہمسائیگی کو پسند کیا کیوں کہ ہم کو اس بات کی پوری امید تھی کہ آپ کے یہاں ہمارے اوپر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں:

اس موقع پر نجاشی نے جعفر بن ابی طالبؓ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے دریافت کیا کہ تمہارے نبی اللہ کی طرف سے جو پیغام لائے ہیں، کیا اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ”ہاں۔“

”اس کو مجھے سناؤ“ نجاشی نے کہا:

چنانچہ جعفر نے پڑھنا شروع کیا۔

”کٓھٰیٰعٓصٓ O ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا O اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا O قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا۔“

(مریم:۱تا۴)

ترجمہ: ”یہ ذکر ہے اس رحمت کا جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، جب کہ اس نے اپنے رب کو چپکے چپکے پکارا، اس نے عرض کیا: اے پروردگار! میری ہڈیاں تک گھل گئی ہیں اور میرا سر بڑھاپے سے بھڑک اٹھا ہے......“

یہاں تک کہ انہوں نے سورۂ کا ابتدائی حصہ مکمل کرلیا۔

کلامِ الٰہی کو سن کر نجاشی اتنا متاثر ہوا کہ زار وقطار رونے لگا، یہاں تک کہ روتے روتے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اس کے ساتھ اس کے درباری بھی رو رہے تھے، وہ بھی اتنا روئے کہ ان کی کتابیں اشکوں سے بھیگ گئیں۔

اس کے بعد نجاشی نے ہم سے کہا کہ یہ کلام جو تمہارے نبی پر اترا ہے اور وہ کلام جو عیسیٰؑ لائے تھے، دونوں ایک ہی نور کی شعاعیں ہیں۔

پھر اس نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو مخاطب کرکے کہا:

”تم لوگ واپس چلے جاؤ، خدا کی قسم میں انہیں کبھی تمہارے حوالے نہیں کرسکتا۔“

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں:

”جب ہم لوگ نجاشی کے دربار سے باہر نکلے تو عمرو بن عاص نے ہم لوگوں کو دھمکی دیتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا:

”خدا کی قسم میں کل پھر بادشاہ کے پاس آؤں گا اور اس کو ان لوگوں کے متعلق ایک ایسی بات بتاؤں گا جو اس کے سینے کو ان کے خلاف غیظ وغضب اور اس کے دل کو نفرت وکراہت سے بھر دے گی۔ میں اس کو اس بات پر آمادہ کرکے چھوڑوں گا کہ وہ مکمل طور پر ان کا استیصال کر دے اور ان کو بیخ وبُن سے اکھاڑ پھینکے۔“

اس پر عبداللہ بن ربیعہ نے کہا: ”عمرو! خدا کے لئے ایسا نہ کرنا، یہ سب اگرچہ ہمارے مخالف ہیں مگر ہیں تو ہمارے قریبی عزیز ہی۔“

مگر عمرو بن عاص نے انکار کرتے ہوئے کہا:

”چھوڑو اس بات کو...... میں بادشاہ کو ایسی بات بتاؤں گا جس کی وجہ سے ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک جائے گی...... خدا کی قسم میں اس سے کہوں گا کہ عیسیٰ بن مریم کے متعلق ان لوگوں کا خیال ہے کہ وہ خدا کے بیٹے نہیں اس کے بندے ہیں۔“

اور اگلے روز عمرو بن عاص نے نجاشی کے دربار میں حاضر ہو کر کہا:

''عالی جاہ! یہ لوگ جن کو آپ نے اپنے یہاں پناہ دے رکھی ہے اور جن کو آپ نے اپنی حمایت کا سایہ فراہم کیا ہے، یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے متعلق بہت سخت اور نہایت ناپسندیدہ بات کہتے ہیں۔ آپ انہیں بلوایئے اور اس بات پر باز پُرس کیجئے جو وہ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کہتے ہیں۔''

حضرت ام سلمہؓ کا سلسلۂ بیان آگے بڑھتا ہے:

''ہم لوگوں کو اس کا پتہ چلا تو ہمیں اس کی بڑی فکر ہوئی اور ہم لوگ غم سے نڈھال ہو گئے، پھر ہم نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے باہم مشورہ کی ایک مجلس منعقد کی کہ اگر بادشاہ نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں پوچھا تو ہمیں کیا جواب دینا چاہئے۔ آخر کار یہ بات طے ہوئی کہ ہم اُن کے متعلق وہی بات کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتائی ہے۔ اس معاملے میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم سے سرِمُو انحراف نہیں کریں گے، چاہے اس کے نتیجے میں ہمارا جو بھی حشر ہو۔ ہم نے یہ بات بھی متفقہ طور پر طے کی کہ بادشاہ کے سامنے اس دفعہ بھی جعفرؓ بن ابی طالب ہی ہماری نمائندگی کریں گے۔

پھر جب بادشاہ کے طلب کرنے پر ہم اس کے دربار میں پہنچے تو دیکھا کہ اس کے درباری آج بھی حسبِ معمول اور حسبِ مراتب اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے عمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کو بھی بادشاہ کے پاس موجود پایا۔ جب ہم بادشاہ کے سامنے پہنچ گئے تو اس نے سلسلۂ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

''تم لوگ عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟''

''اُن کے بارے میں ہم وہی بات کہتے ہیں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو بتائی ہے۔'' جعفر نے جواب دیا:

''وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟'' نجاشی نے پوچھا:

''وہ کہتے ہیں۔'' جعفر نے کہا کہ: ''وہ اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کے رسول، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہیں، جس کو اس نے کنواری مریم بتول کی طرف القا کیا تھا۔''

جعفر کی یہ بات سن کر نجاشی نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مارتے ہوئے کہا:

''خدا کی قسم! عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں تمہارے نبی نے جو بات بتائی ہے، ان کی حیثیت ایک بال کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہے۔''

نجاشی کے منہ سے یہ باتیں سن کر اس کے پاس بیٹھے ہوئے درباری غصے سے پیچ و تاب کھانے اور پھنکاریں مارنے لگے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر نجاشی نے پھر کہا:

''چاہے تم لاکھ پھنکاریں مارو مگر حقیقت یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔''

پھر اس نے ہماری طرف ملتفت ہوتے ہوئے کہا:

''جاؤ! تم لوگ بے خوف وخطر اور اطمینان کے ساتھ رہو، جو شخص بھی تم کو گالی دے گا یا بُرا بھلا کہے گا، اس کو تاوان ادا کرنا پڑے گا اور جو تم سے کسی قسم کا تعرض کرے گا، اسے سزا بھگتنی پڑے گی۔ خدا کی قسم مجھے تو یہ بھی منظور نہیں ہے کہ تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے اور اس کے عوض مجھے سونے کا پہاڑ مل جائے۔''

پھر اس نے عَمرو بن عاص اور اس کے ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے آدمیوں کو حکم دیا:

''ان کے ہدیے انہیں واپس لوٹا دو، مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔''

حضرت ام سلمہؓ اپنی سرگزشت کا آخری ورق پلٹتی ہیں۔

''اس کے بعد عَمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ وہاں سے خائب وخاسر واپس لوٹ گئے اور ہم لوگ عزت اور آرام کے ساتھ نجاشی کے یہاں رہنے لگے۔''

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہایت امن و اطمینان کے ساتھ نجاشی کے یہاں دس سال گزارنے کے بعد سن سات ہجری میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ حبشہ چھوڑ کر یثرب کا رخ کیا۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر کی فتح سے فارغ ہو کر مدینہ واپس پہنچے ہی تھے کہ مہاجرین حبشہ کا یہ قافلہ بھی حضرت جعفرؓ کی قیادت میں وہاں پہنچ گیا۔ آپ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اپنی خوشی کا اظہار ان لفظوں میں فرمایا:

''مادری بایھما انا اشد فرحا ابفتح خیبر ام بقدوم جعفر۔''

ترجمہ: ''مجھے نہیں معلوم کہ دونوں میں کس بات کی مجھے زیادہ خوشی ہے، آیا خیبر کی فتح کی یا جعفر کی آمد کی؟''

اور ان کی واپسی پر مسلمانوں، خصوصاً ان

میں سے فقراو مساکین کی خوشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی سے کسی طرح کم نہ تھی۔ کیونکہ وہ کمزوروں، ضعیفوں اور حاجت مندوں کے ساتھ نہایت مہربانی اور حسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے لوگ ان کو ''ابوالمساکین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ان کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''ہم مساکین کے حق میں جعفر بن ابی طالبؓ سب سے اچھے تھے، وہ ہمیں اپنے گھر لے جاتے اور جو کچھ بھی ان کے پاس ہوتا ہم کو کھلاتے۔ یہاں تک کہ اگر کھانے کی چیز ختم ہو جاتی تو وہ گھی رکھنے کا خالی شدہ مشکیزہ لا کر ہمارے آگے رکھ دیتے، جس کو پھاڑ کر ہم گھی کی وہ معمولی مقدار بھی جو اس کی اندرونی دیوار کے ساتھ لپٹی ہوتی چاٹ لیا کرتے تھے۔''

مدینہ منورہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب کا زمانہ قیام بہت مختصر رہا، کیونکہ ۸ ہجری کے آغاز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلادِ شام میں رومیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کے لئے ایک فوج تیار کی اور اس فوج کی قیادت حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر زید بن حارثہ قتل یا زخمی ہو جائیں تو فوج کی امارت جعفرؓ بن ابی طالب کے ذمہ ہوگی۔ اگر جعفرؓ بھی شہید یا مجروح ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں گے، لیکن اگر عبداللہ بن رواحہؓ بھی جنگ میں کام آ جائیں یا وہ گھائل ہو جائیں تو مسلمان خود اپنے میں سے کسی کو اپنا سپہ سالار بنالیں۔''

جب مسلمان ''موتہ'' پہنچے جو اُردن میں شام کے بالائی حصے میں واقع ہے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے مقابلے کے لئے ایک لاکھ سپاہیوں پر مشتمل زبردست رومی فوج تیار کھڑی ہے اور اس کی مدد کے لئے نصرانی عربوں نے مزید ایک لاکھ کی بھاری جمعیت فراہم کر رکھی ہے جس میں لخم، جذام اور قضاء وغیرہ عیسائی قبائل کے جنگجو شامل ہیں، اس دو لاکھ کے عظیم لشکر کا مقابلہ کرنے والی مسلمانوں کی فوج صرف تین ہزار مجاہدین پر مشتمل تھی۔

آخر کار جب دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی اور جنگ کی چکی اپنی پوری رفتار سے چلنے لگی تو حضرت زید بن حارثہؓ بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کے گرتے ہی حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ اپنی گھوڑی (شقراء) سے کودے پھر انہوں نے تلوار سے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں تاکہ ان کے بعد دشمن اس سے فائدہ نہ اٹھا سکیں اور جھنڈا لے کر یہ رجز پڑھتے ہوئے دشمن کی صفوں میں دور تک گھستے چلے گئے۔

''آہا، کتنی عمدہ ہے جنت، کتنا خوش آئند ہے اس کا قرب اور کیسا ٹھنڈا ہے اس کا پانی۔ رومیوں کا عذاب قریب آ گیا ہے۔ یہ سب کافر اور بعید النسب ہیں۔ جب ان سے مڈبھیڑ ہوگئی ہے تو لازم ہے کہ میں ان کے اوپر کاری ضرب لگاؤں۔''

وہ دشمن کی صفوں میں ہر طرف چکر لگاتے اور اپنی شمشیر خارا شگاف کے جوہر دکھاتے پھر رہے تھے کہ دشمن کی ایک کاری ضرب نے ان کے دائیں ہاتھ کو کاٹ کر الگ کر دیا، انہوں نے جھنڈے کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا، مگر دشمن نے تلوار کا دوسرا وار کیا اور ان کا بایاں ہاتھ بھی کٹ کر جدا ہو گیا، اب انہوں نے جھنڈے کو اپنے دونوں بازوؤں کے حلقے میں لے کر سینے سے چمٹا لیا مگر جلد ہی تیسری ضرب نے ان کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اب جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں تھا، وہ بھی برابر لڑتے رہے، یہاں تک کہ اپنے دونوں ساتھیوں سے جا ملے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے تینوں سالاروں کے قتل کی خبر پہنچی تو آپ رنج اور صدمے سے نڈھال ہو گئے اور تعزیت کے لئے اپنے ابن عم حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ان کی زوجۂ محترمہ حضرت اسماءؓ بنت عمیس ان کے استقبال کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ وہ روٹی کے لئے آٹا گوندھ کر رکھ چکی تھیں اور بچوں کو نہلا دھلا کر، تیل وغیرہ لگا کر، صاف ستھرے کپڑے پہنا کر تیار کر چکی تھیں۔

حضرت اسماءؓ کہتی ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے تو میں نے حزن و ملال کے وہ سائے آپ کے چہرۂ انور پر پھیلے ہوئے دیکھ لئے تھے جو آپ کے اندرونی کرب کی غمازی کر رہے تھے۔ آپ کو اس طرح رنجیدہ دیکھ کر میرے دل میں مختلف اندیشے اور وسوسے سر اٹھا رہے تھے، مگر اس وقت میں جعفرؓ کے متعلق آپ سے کوئی سوال اس لئے نہیں کرنا چاہتی تھی کہ مبادا مجھے آپ کی زبان مبارک سے کوئی ناپسندیدہ بات سننی پڑ جائے۔ آپ نے سلام کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جعفرؓ کے بچوں کو میرے پاس لاؤ، میں نے انہیں آواز دی تو وہ

(باقی صفحہ 20 پر)

مولانا قاضی کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ

(وفات: ۱۷؍جولائی ۱۹۴۷ء)

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

مولانا قاضی کرم الدین علیہ الرحمۃ بھیں ضلع چکوال کے باسی تھے۔ آپ نے حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری علیہ الرحمۃ سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ بیک وقت تقریر وتحریر، مناظرہ ومباحثہ کے شناور تھے۔ آپ نے رفض کے رد میں ایک کتاب ''آفتاب ہدایت'' لکھی۔ اسی طرح ردقادیانیت پر بھی آپ کی دوتصانیف ہمیں ملیں۔

مرزائی جماعت کے لاہوری گروہ کو لاہوری مرزائی کہا جاتا ہے۔ ان کا لاٹ پادری ومہنت محمد علی لاہوری تھا۔ جو دجل کرنے میں مرزا قادیانی کے بھی کان کترتا تھا۔ پٹھہ اپنے گرو سے بھی چار قدم آگے نکل گیا۔ اس لاہوری پٹھہ نے اپنے عقائد کی ایک فہرست شائع کی۔ یہ یک ورقی اشتہار قادیانی دجل کا شاہکار تھا۔ پنجاب کے معروف عالم دین، بزرگ رہنما، ونامور مناظر حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ ساکن بھیں ضلع چکوال نے اس یک ورقی اشتہار کا جواب لکھا۔ جسے انجمن حزب الاحناف لاہور نے شائع کیا۔ اس رسالہ پر نمبر ۱۸ درج ہے جس کا معنی یہ ہے کہ اس سے قبل بھی اس انجمن نے رسائل شائع کئے۔ ان میں قادیانیت کی تردید پر کتنے تھے؟ بعد میں کتنے شائع ہوئے، وہ سب مہیا کرنا، ردقادیانیت کے رسائل کو یکجا کرنا ایک محنت کا متقاضی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کسے توفیق بخشتے ہیں۔ یہ آنے والا وقت بتائے گا۔ فقیر راقم کو یہ رسالہ ملا جس کا نام: ''مرزائیت کا جال، لاہوری مرزائیوں کی چال'' ہے۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۵۳ میں محفوظ ہوگیا۔ بھلے یہ کیا کم خدمت ہے۔ مولانا کرم الدین دبیر علیہ الرحمۃ ہمارے مخدوم یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین علیہ الرحمۃ کے والدگرامی تھے۔ مولانا کرم الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی مرزا قادیانی کے ساتھ عدالتی جنگ بھی رہی۔ سالہاسال تک مقدمات چلتے رہے۔ مرزا قادیانی کو مولانا کرم الدین علیہ الرحمۃ کے ہاتھوں کس طرح رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ تاریخ کا ایک شاندار باب ہے جسے مولانا کرم الدین صاحب علیہ الرحمۃ نے ''تازیانہ عبرت'' میں قلمبند کردیا تھا۔ یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شائع ہوئی۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے باطل دعاوی کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا اس فتنے کی سرکوبی کے لئے میدان عمل میں کود پڑے

مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین صاحب دبیر علیہ الرحمۃ (متوفی ۱۳۶۵ھ) پنجاب کے ان نامور علماء میں سے ہیں جنھوں نے ردمرزائیت میں نمایاں کردار انجام دیا۔ ضلع جہلم کی ایک غیرمعروف بستی موضع بھیں آپ کے مولد ومسکن کے باعث دور دور تک مشہور ہوئی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے وقت آپ کی عمر چار پانچ سال کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ پھر لاہور اور امرتسر کے مختلف مدارس سے علوم وفنون کی تکمیل کرکے اپنے گاؤں میں درس وتدریس کا سلسلہ قائم کیا۔ سیال شریف میں حضرت خواجہ محمد الدین چشتی علیہ الرحمۃ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ نہایت ذکی، سلیم الطبع، وجیہ، بلند قامت، مضبوط جسامت، وسیع القلب اور حاضر جواب تھے۔

مرزا قادیانی نے جب اپنے باطل دعاوی کا سلسلہ شروع کیا تو مولانا اس فتنے کی سرکوبی کے لئے میدان عمل میں کود پڑے۔ آپ کے دست راست مولانا فقیر محمد جہلمی علیہ الرحمۃ نے ان دنوں جہلم سے ہفتہ وار پرچہ ''سراج الاخبار'' جاری کررکھا تھا۔ انہوں نے ''سراج الاخبار'' کو

ردقادیانیت کے لئے وقف فرماتے ہوئے مولانا محمد کرم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس کا ایڈیٹر مقرر کردیا اور قادیانی کذاب کا نہایت مدلل اور ٹھوس مضامین سے تعاقب شروع فرمایا۔ جس کی تاب نہ لاتے ہوئے مرزا اور اس کے حواری اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے اور خفت مٹانے کے لئے اپنی پشت پناہ گورنمنٹ برطانیہ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ آپ کی ناقابل جواب تحریرات کو بہانہ بنا کر مقدمات کی ابتدا کردی۔ پہلا مقدمہ مرزا کے حواری حکیم فضل دین بھیروی کی طرف سے ۱۴/ نومبر ۱۹۰۲ء کو زیر دفعہ ۴۱۷ تعزیرات ہند، گورداسپور میں دائر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کو اس مقدمے میں باعزت طور پر بری فرمایا۔ حالانکہ اس مقدمے کی نسبت مرزا قادیانی نے اپنی فتح کے الہامات متواتر شائع کئے تھے۔

دوسرا مقدمہ بھی حکیم فضل دین بھیروی ہی نے ۲۹/ جون ۱۹۰۳ء کو مولانا کے خلاف گورداسپور میں دائر کیا۔ اس میں بھی آپ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور مرزائیوں کی خوب گت بنی اور مقدمہ خارج ہوگیا۔ پھر تیسرا مقدمہ شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر اخبار ’’الحکم‘‘ قادیان کی طرف سے مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دائر ہوا۔ جس میں ہر دو مستغاثہ علیہما پر ۵۴/ روپے جرمانہ ہوا جو ادا کردیا گیا۔ اس لئے کہ حقیر سی رقم کی خاطر اپیل کرنا غیر مناسب تھا۔ ۱۷/ جنوری ۱۹۰۳ء کو جہلم میں مرزا کی مطبوعہ کتاب ’’مواہب الرحمٰن‘‘ تقسیم کی گئی جس میں مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سخت توہین آمیز کلمات استعمال کئے گئے۔ چونکہ مقدمات کی ابتدا مرزائیوں کی طرف سے ہوچکی تھی اس لئے مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم فضل دین بھیروی کے خلاف استغاثہ دائر کردیا اور یہ مقدمہ حق وباطل کے درمیان عظیم الشان معرکے کی صورت اختیار کرگیا۔ اہل حق کی طرف سے شہادت میں بڑے بڑے فضلائے کرام پیش ہورہے تھے اور فریق مخالف کی طرف سے حکیم نورالدین بھیروی،

> **آپ کے مقابلے میں مرزا قادیانی کو عدالت میں دو لفظ بولنے کی بھی جرأت نہ ہوسکی، بلکہ چھ چھ گھنٹے مرزا غلام احمد کو مجرموں کے کٹہرے میں دست بستہ کھڑا ہونا پڑا**

خواجہ کمال الدین لاہوری اور اس کے حواری ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ روپیہ پانی کی طرح بہایا۔ الہامات کے ذریعے اپنے حواریوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ مگر یہ سب حربے ریت کے گھروندے ثابت ہوئے اور مقدمہ مرزا کے لئے سوہان روح بن گیا۔ مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے۔ عدالت میں جرح کے دوران کئی کئی گھنٹے اتنی زبردست تقریریں کیں کہ مخالفین تلملا اٹھے۔ خواجہ کمال الدین وکیل مرزائی بے ساختہ پکار اٹھا کہ: ’’مولانا محمد کرم الدین کے دلائل کا جواب نہیں۔‘‘ مقابلے میں مرزا قادیانی کو عدالت میں دولفظ بولنے کی بھی جرأت نہ ہوسکی، بلکہ چھ چھ گھنٹے مرزا غلام احمد کو مجرموں کے کٹہرے میں دست بستہ کھڑا ہونا پڑا۔ اس مقدمے کا پُرلطف پہلو یہ بھی ہے کہ مرزا اپنی ناکامی کو دیکھتے ہوئے اتنا مرعوب ہوا کہ عدالت میں جب پیشی کی تاریخ ہوتی تو بیماری کا سرٹیفکیٹ بھیج دیا کرتا۔ تقریباً دو سال تک یہ تاریخی مقدمہ چلتا رہا۔ آخر ۱۸/ اکتوبر ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کی عدالت سے مرزا کو پانچ صد روپے جرمانہ اور عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قیدِ محض کی سزا ہوئی۔ جبکہ اس کے حواری حکیم فضل دین کو دوصد روپے جرمانہ یا پانچ ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔ اس مقدمے میں مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو عبرت ناک شکست اور سخت ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ نیز اس مقدمے کے بارے میں بھی الہام مرزا کی خوب مٹی پلید ہوئی اور مولانا ابوالفضل رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے خوب خوب نوازا۔

ان مقدمات کے علاوہ آپ نے مرزائیت کے خلاف مناظرے فرمائے۔ فن مناظرہ میں آپ نے خاصی شہرت پائی۔ مرزا قادیانی کے بعد مولوی اللہ دتہ وغیرہ مرزائی مناظرین سے مناظرے ہوئے اور ہر مرتبہ شکست فاش دی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خود مرزا غلام احمد، جو اس مشن کا بانی تھا، اسے آپ نے پے درپے شکستوں سے دوچار کردیا تھا۔ اس کے متبعین کی کیا مجال تھی کہ آپ سے بازی لے جاتے۔ الغرض! مرزائیوں کو ہر میدان میں آپ سے ذلت کا سامنا نصیب ہوا۔

(چمنستان ختم نبوت کے گلہائے رنگارنگ، ص:۴۸۵، ج:۳)

خدامِ ختم نبوت کے مشفق و مہربان

مولانا محمد قاسم عباسی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا قاضی احسان احمد، مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نوجوان عالم دین، حافظ قرآن، مفتی، استاذ التفسیر، شیخ طریقت، عوام و خواص میں یکساں مقبول، سرخی مائل گندمی رنگ، لمبی مگر کشادہ ڈاڑھی، حسین چہرہ، نیچی نظریں، میٹھا بول، پیاری مسکراہٹ، دھیمی آواز، چست چال، پیاری پیاری باتیں، ہر دل عزیز اور بہت سی خوبیوں کے مالک حضرت مولانا محمد قاسم عباسیؒ مورخہ ۲۶/جون ۲۰۲۳ء مطابق ۷/ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ بروز پیر صبح نماز فجر کے قریب داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

رنج و غم کے ایسے لمحات میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے موت کی حقیقت اور سچائی کی کیا خوب ترجمانی فرمائی ہے:

”موت کوئی اچنبھا نہیں ہے کہ اس پر حیرت و تعجب کیا جائے، یہ بنی آدم کی سنت ہے، یہاں آنا جانے کی تمہید ہے، جو بھی آیا اپنی مقررہ زندگی گزار کر آخرت کے سفر پر چل دیا، موت سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے اور نہ ولی وقطب، نہ عالم نہ جاہل، نہ امیر نہ غریب، نہ مالک نہ نوکر، نہ آقا اور نہ ہی غلام، بہرکیف اپنے وقت پر سب ہی کو جانا ہے۔“

مولانا محمد قاسم عباسیؒ نے بہت ہی مختصر مگر نہایت متاثر کن زندگی گزاری، اکثر ان سے بسلسلہ تحفظ ختم نبوت ملاقات رہتی، جب بھی ملنا ہوتا نہایت خندہ پیشانی اور مسرت سے ملتے، یوں محسوس ہوتا کہ ختم نبوت پر جان نچھاور کرنے کے لئے بے چین و بے تاب ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کے محبین کو دلی اطمینان اور سکون ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ دن رات دین کی محنت میں لگا رہنے والا انسان حیاتِ جاوداں پا گیا۔ اللہ جل شانہ کی عنایتوں اور رحمتوں سے قوی امید ہے کہ ان شاء اللہ! مولانا عباسیؒ جنت کے مزے لوٹ رہے ہوں گے۔ وہ اپنے اکابر، اساتذہ کرام اور اہل جنت کی مجلس میں جھوم جھوم کر محو گفتگو ہوں گے اور علومِ نبوت کی اشاعت و ترویج کے لئے اپنی حیاتِ مستعار کی کارگزاری پیش کر رہے ہوں گے کہ کم وقت میں محدود جگہ کے اندر دینی تعلیم کا ادارہ قائم کر آیا ہوں۔

کیا شان ہے کہ بہت کم عمر لے کر آئے، بہت جلد چل دیئے۔ گہرے گھنے سیاہ بادلوں کی طرح آئے اور تڑ، تڑ برسے اور یہ جا اور وہ جا کا مصداق بن گئے۔ لیکن تشنگانِ علوم نبوت ان کے علم وعرفان، زہد و تقویٰ، خوف و ورع، شفقت و محبت اور ان کی مقبول عام دعاؤں سے محروم ہو گئے۔

جامع مسجد شہزادہ اور مدرسہ عربیہ عباسیہ میں کہرام ہے کہ ہمارے محبوب استاذ چلے گئے۔ دارالتفسیر و دارالحدیث کے در و دیوار اداس ہیں کہ علوم عالیہ کی بارش کرنے والا ذی قدر عالم دین چلا گیا، غرض مدرسہ کے طالب علم ہوں یا محلہ کے عوام، شعبہ بنات میں پڑھنے والی خواتین ہوں یا

تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن، گولارچی

۲۰/جولائی بروز جمعرات صبح دس بجے تا ظہر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مرکزی جامع مسجد مدینہ گولارچی ضلع بدین میں ایک عظیم الشان تحفظ ختم نبوت علماء کنونشن منعقد ہوا۔ جس کی صدارت حکیم محمد عاشق نقشبندی نے کی۔ کنونشن میں دو سو سے زائد علمائے کرام اور جماعتی احباب نے شرکت کی۔ کنونشن کا آغاز قاری محمد عامر اور قاری شاہنواز نے تلاوت کلام الٰہی سے فرمایا۔ حمد و نعت کے بعد (راقم) مولانا محمد حنیف سیال مبلغ ضلع بدین نے تمہیدی گفتگو کی۔ بعد ازاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا قاضی احسان احمد نے عالمی مجلس تحفظ نبوت کی سنہری خدمات اور مختلف ادوار کی تاریخ کو بڑے ہی احسن انداز میں بیان کیا۔ استاذ الحدیث حضرت مولانا غلام حسین میمن سجاول نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان علمائے کرام کی محنت کی بدولت ہر محاذ پر اکابرین ختم نبوت کو اللہ تعالیٰ نے کامیابیوں سے ہمکنار کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت اقدس مولانا اعجاز مصطفیٰ نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ جزو ایمان نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ ہر کلمہ گو مسلمان پر فرض ہے۔ شیخ الحدیث استاذ العلماء حضرت سائیں محمد صالح الحداد مدظلہ کی دعائیہ کلمات سے تحفظ ختم نبوت کنونشن اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں مولانا محمد ابراہیم صدیقی، مولانا عبدالحمید، مولانا محمد شاہ، مولانا محمد شاہد بنگالی، مولانا طیب محمود صدیقی، مولانا جمال الدین، بھائی نجم الدین کوریجو و دیگر احباب نے مثالی محنت کی۔

آن لائن علومِ نبوت سے سرفراز ہونے والی بہن، سب کی سب اپنے نیک سیرت استاذ کی جدائی پر رنجیدہ ہیں۔

مولانا محمد قاسم عباسیؒ نے بہت کامیاب زندگی گزاری، مقبولیت کا تاج تادم آخر سر پر سجائے رکھا، مولانا کی زندگی میں اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام تھا۔ ذکر وفکر آپ کی حیات تھی۔ تلاوت روح تھی، اصلاح وارشاد آپ کا وظیفہ تھا، وعظ ونصیحت اوڑھنا بچھونا تھا، درس وتدریس آپ کا سب سے بہترین مشغلہ تھا، احقاق حق آپ کا طرۂ امتیاز تھا، تردید باطل زندگی کا اہم مشن تھا۔

شہزادہ مسجد جب بھی آنا ہوتا، مسکراتے، مہکتے، چہچہاتے، لہلہاتے دو بھائیوں کا وجود سامنے آتا مولانا محمد قاسم عباسیؒ اپنے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد خالد عباسی صاحب کے ہمراہ ہوتے یوں جیسے باپ بیٹے کی انگلی پکڑ کر ساتھ لے کر چلتا ہے، آس پاس، دائیں بائیں براجمان ہوتے اور پیارے، دلنشین انداز میں محو گفتگو ہوتے، اکابرین مجلس کی خیر خبر لیتے، کراچی کے امیر مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ سے شروع ہوتے، ملتان مرکز مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا اور امیر محترم حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی سمیت تمام خدام ختم نبوت سے متعلق خیریت معلوم کرتے، بعدازاں خانقاہ سراجیہ کی طرف رخ ہوتا حضرت مولانا خلیل احمد کیسے ہیں؟ اور ہمارے نائب امیر حضرت مولانا لالہ جی عزیز احمد صاحب کے حال احوال پوچھتے۔ یوں بہت محبت اور لگن کے ساتھ جماعت سے متعلق حال احوال کرتے۔

کہنے کو تو مولانا عباسیؒ ایک انسان تھے، مگر اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک ادارہ اور ایک تحریک تھے، آپ نے بہت ہی مختصر دورانیے میں دینی علوم وفنون کی بہترین خدمات سرانجام دیں۔

موجودہ حالات، دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق قارئین کرام کے سامنے ہیں۔ ہر طرف بے دینی کا بازار گرم ہے، اسلام دشمن قوتیں اور طاقتیں شمشیر بے نیام ہوکر اسلام کی بیخ کنی کے لئے میدان میں اتر چکی ہیں۔ ان حالات میں اسلام کا بول بالا کرنا، دین اسلام کا چراغ لے کر ان تلاطم خیز موجوں سے ٹکرانا یقیناً ایک سچے عاشق رسول کا ہی دل گروہ ہے اور ہمارے ممدوح اس کے صحیح مصداق تھے۔

دین اسلام میں اعدائے اسلام خصوصاً قادیانیوں نے نقب لگانے کی کوششیں شروع دن سے جاری کررکھی ہیں، اس کے تعاقب سے متعلق ہر دور میں علماء حق نے اپنا لازوال، بے مثال پُرجوش کردار ادا کیا ہے۔ انہی سنجیدہ اور متین شخصیات میں سے سے ایک شخصیت مولانا عباسی بھی تھے، جنھوں نے اسلام کے حسین وجمیل قلعہ کی حفاظت پر کمر کس رکھی تھی، اللہ تعالیٰ ان کی جملہ مساعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائیں، جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازیں۔ آمین۔

☆☆ .... ☆☆

بقیہ:........ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ

خوشی سے چہکتے ہوئے آپ کی طرف دوڑ پڑے، وہ آپ کے پاس پہنچنے کے لئے ایک دوسرے کو دھکا رہے تھے۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ وہ سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جائے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، ان کے اوپر جھک گئے اور انہیں چومنے لگے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے بے تحاشا آنسو جاری تھے، جب میں نے پوچھا کہ: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جعفرؓ اور ان کے دونوں ساتھیوں کے متعلق کوئی ناخوشگوار اطلاع آئی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! آج وہ سب شہید ہوگئے۔“

اس وقت جب چھوٹے بچوں نے اپنی ماں کو روتے دیکھا تو ان کے معصوم چہروں سے تبسم کی کرنیں غائب ہوگئیں اور وہ سب اپنی جگہ پر اس طرح بے حس وحرکت اور ساکت وجامد ہوگئے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آنسو پوچھتے اور یہ کہتے ہوئے واپس گئے:

”اللّٰھم اخلف جعفراً فی ولدہ، اللّٰھم اخلف........“

ترجمہ:”اے اللہ! جعفرؓ کے پیچھے اس کے بچوں کی کفالت فرما۔“

پھر فرمایا کہ میں نے جعفرؓ کو جنت میں اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے دو بازو ہیں جو خون سے رنگین ہیں۔ ☆☆

اجرائے نبوت پر قادیانی استدلال کا جواب

افادات:.... شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

”وَمَن یُطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ أَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِم مِّنَ النَّبِیِّینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِینَ وَحَسُنَ أُولَٰئِکَ رَفِیقاً۔“

اس آیت کریمہ میں واضح طور بتلایا جارہا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت میں ہوگا، ان کا ساتھی ہوگا، لیکن قادیانیوں نے اس سے یہ مطلب اخذ کیا ہے کہ یہاں لفظ ”مع“ مِن کے معنی میں ہے۔ یعنی وہ خود نبی، صدیق، شہید اور صالح بن جائے گا۔

ذیل میں قادیانی کتب سے ان کا استدلال بیان کرکے اس کھلے پن کو واضح کیا جائے گا۔

قادیانی استدلال:

احمدیہ پاکٹ بک میں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے مولف لکھتے ہیں:

”اس آیت میں خدائے تعالیٰ نے امت محمدیہ میں طریق حصول نعت اور تحصیل نعمت کو بیان کیا ہے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کرکے نبوت کے مقام تک پہنچتا ہے...... اگر کہا جائے کہ من یطع اللہ والی آیت میں لفظ ”مع“ ہے ”مِن“ نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے خود نبی نہ ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے۔

(۱) اگر تمہارے معنی تسلیم کرلیے جائیں تو ساری آیت کا ترجمہ یہ بنے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہ ہوں گے، وہ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے، مگر خود صدیق نہ ہوں گے، وہ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے، مگر خود شہید نہ ہوں گے، وہ صالحین کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ ہوں گے تو گویا نہ حضرت ابوبکر صدیق ہوئے نہ عمر وعثمان، علی وحضرت حسین شہید ہوئے اور نہ امت محمدیہ میں کوئی نیک آدمی ہوا۔ تو پھر یہ امت خیر امت نہیں بلکہ شر امت ہوئی، لہٰذا اس آیت میں مع بمعنی ساتھ نہیں ہوسکتا بلکہ مع بمعنی من ہے۔

(احمدیہ پاکٹ بک، ملک عبدالرحمن خادم ص:327)

قادیانی استدلال کے جوابات:

1:.... چودہ سوسالہ مفسرین کرام میں سے کسی نے اس آیت سے اجرائے نبوت کا استدلال نہیں کیا۔ اگر اجرائے نبوت ایک فرعی مسئلہ ہوتا، اور کسی زمانے کے مفسر ومجتہد اس آیت سے اس کا استنباط کرتے تو ایسا استنباط واجتہاد اپنے درجے میں امت کے لیے قابل قبول ہوتا۔ مگر ”نبوت کا جاری رہنا“ عقیدے کا بنیادی مسئلہ ہے، جس کے ردوقبول پر نجات کا انحصار ہے، اس قدر اہم اور بنیادی عقیدے کا ظہور اس آیت کریمہ سے ہورہا ہوتا تو ضرور اس کی وضاحت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کرتے، صحابہ کرام کرتے، چودہ سوسالہ مفسرین کرام کرتے، مگر کسی نے اس جانب اشارہ تک نہیں کیا۔ یہ عقیدہ کھلا تو صرف قادیانیوں پر کھلا۔ ایسی تفسیر بالرائے حرام کے قبیل سے ہے۔

اولاً: اس لیے کہ اس کی تائید نہ آیت کریمہ کے الفاظ سے ہوتی ہے نہ مفہوم سے (جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آتی ہے)۔

ثانیاً: اس لیے کہ یہ تفسیر نصوص صریحہ صحیحہ جو ہر قسم کی نبوت کے بند ہونے کا اعلان کرتی ہیں، ان سے معارض ہے۔

احمدیوں کے پاس ایک بھی صریح، صحیح نص اجرائے نبوت کی نہیں ہے، ان کے قلم کی ساری جولانیاں ختم نبوت کی آیات واحادیث کی تاویل باطلہ میں اور من مانی موہومہ تشریحات سے اجرائے نبوت کے اثبات میں لگی رہتی ہیں۔ ان کا علمی مواد انہیں دوطرح کے اقسام میں منحصر ہے۔

۲:.... اس آیت کریمہ کو سمجھنے کے لیے پہلے اس کا سبب نزول معلوم کیا جائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ! میں آپ سے اپنے آپ

سے زیادہ، اپنے اہل وعیال سے زیادہ، اپنی اولاد سے زیادہ محبت کرتا ہوں، میں گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو یاد کرتا ہوں تو پھر چین نہیں آتا، یہاں تک کہ آپ کی خدمت میں آکر آپ کی زیارت کرلیتا ہوں، لیکن جب میں اپنی موت اور آپ کے وصال کا سوچتا ہوں (تو پریشان ہو جاتا ہوں) مجھے معلوم ہے جب آپ جنت میں داخل ہوں گے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ (جنت کے اعلیٰ مراتب پر) فائز کردیے جائیں گے، اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا خدشہ ہے آپ کی زیارت نہ کرسکوں! آپ علیہ السلام نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (المعجم الصغیر:52،المعجم الاوسط:480)

اس طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت مروی ہے، ایک صحابی نے خدمت نبوی میں آکر اپنی تمنا کا اظہار کیا...... ”وأحب أن أكون معك في الدرجة“ آپ علیہ السلام نے کوئی جواب نہیں دیا یہاں تک یہ آیت نازل ہوئی۔

(جامع البیان،النساء ذیل آیت:70)

اس طرح کے دیگر آثار (جو کتب تفاسیر میں مذکور ہیں) سے معلوم ہوا کہ یہاں ”مع الذین“ سے انبیاء علیہم السلام اور صدیقین، شہدا، صالحین کی اخروی رفاقت مراد ہے۔ دنیاوی منصب نبوت میں شرکت مراد نہیں ہے، آیت کریمہ کا آخری ٹکڑا ”وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا“ (اور اچھی ہے ان کی رفاقت) اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔

ممکن ہے کسی کو شبہ ہو کہ انبیاء، صدیقین، شہداء، صلحا جنت میں اپنے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے اپنے ٹھکانے میں ہوں گے، اگر مومنین صالحین کو ان کی رفاقت میسر ہوگی تو مطلب یہ ہوا کہ تفاوت مراتب کا قصہ ختم ہوجائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رفاقت سے مراد یہ نہیں ہے کہ سب ایک ہی درجہ اور منزل میں ہوں گے اور مفضول وفاضل کے درمیان فرق مراتب ختم ہوجائے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے: ایک دوسرے کی زیارت ولقا بلا کسی رکاوٹ کے کرسکیں گے۔ مراتب میں تفاوت کا ہونا رفاقت وزیارت کے لیے آڑ نہیں بن سکے گا، جس طرح دنیا میں کسی کی رفاقت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ تعلقات اس قدر گہرے ہوتے ہیں کہ ان کی باہمی ملاقات پر دنیاوی تکلفات اور معاشرتی رسمیں غالب نہیں آسکتیں، یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دونوں ہمیشہ ایک ساتھ وقت گزاریں یا دونوں ہم پلہ ہوجائیں یا دونوں کا مکان ایک ہوجائے۔

”ولیس المراد بالمعیة الاتحاد فی الدرجة ولا مطلق الاشتراک فی دخول الجنة بل کونهم فیها بحیث یتمکن کل واحد منهم من رؤیة الآخر وزیارته متی أراد وإن بعد بینهما من المسافة۔“

(تفسیر أبي السعود، النساء ذیل آیت:70)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شان نزول اور آیت کے آخری ٹکڑے سے واضح ہوا کہ: 1..اس میں رفاقت مراد ہے۔

2..اور اس رفاقت کا تعلق بھی آخرت سے ہے۔

یہاں قادیانی ایک مغالطہ یہ دیتے ہیں:

”اگر تمہارے معنی تسلیم کرلیے جائیں تو ساری آیت کا ترجمہ یہ بنے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہ ہوں گے، وہ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود صدیق نہ ہوں گے، وہ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود شہید نہ ہوں گے، وہ صالحین کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ ہوں گے۔“ (احمدیہ پاکٹ بک، ص:327)

یہ مغالطہ قادیانیوں کو اس لیے لاحق ہوا ہے کہ انہوں نے رفاقت ومصاحبت کے لیے ہم پلہ ہونا فرض کرلیا ہے، حالاں کہ رفاقت کے لیے اس کے ہم پلہ ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہم پلہ افراد کی باہمی رفاقت میں اعزاز کا کوئی پہلو نہیں پایا جاتا، اعزاز تو اسی میں پنہاں ہے کہ مومن مطیع نبی تو نہیں ہوگا مگر انبیاء کی رفاقت سے بہرہ مند ہوگا، صدیق وشہید اور صالح اپنے مرتبے کی بنسبت آخرت میں صداقت وشہادت اور صالحیت کے اعلی مقام رکھنے والے افاضل انبیاء کرام اور صحابہ کرام کی رفاقت ومصاحبت کا لطف اٹھائے گا۔

اس موقع پر قادیانی دوسرا مغالطہ یہ دیتے ہیں کہ: ”تو گویا نہ ابوبکر صدیق ہوئے، نہ عمر وعثمان، علی وحضرت حسین شہید ہوئے اور نہ امت محمدیہ میں کوئی نیک آدمی ہوا۔“

(احمدیہ پاکٹ بک، ص:327)

یہاں بھی قادیانیوں نے اپنی بدفہمی سے یہ فرض کرلیا کہ ”صدیق“ صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، شہید صرف عمر وعثمان وحضرت حسین رضی اللہ عنہم ہیں۔

خدا کے بندو! ابوبکر بھی ”صدیق“ ہیں مگر انہیں ”صدیقین“ کی جس جماعت کی رفاقت ملے ان میں وہ شامل نہیں ہوں گے۔ ”صدیقین“ کی وہ جماعت افاضل انبیاء علیہم السلام کی ہوگی۔

(تفسیر أبي السعود، النساء ذیل آیت:70)

عمرو عثمان، علی و حضرت حسین رضی اللہ عنہم بھی شہید ہیں، مگر انہیں شہدا کے جس گروہ کی رفاقت میسر ہوگی، ان میں یہ شامل نہیں ہوں گے، عاشقان پاک طینت کا یہ گروہ حضرت زکریا علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے شہدا پر مشتمل ہوگا۔ اسی طرح اس امت میں صالحین بھی ہیں، مگر انہیں جن صالحین کی رفاقت میسر ہوگی امت کے یہ صالح افراد ان کے قدموں کی خاک تک نہیں پہنچ سکتے۔

صلحا کا یہ قدسی گروہ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاکیزہ نفوس پر مشتمل ہوگا۔

امت کے سارے اولیا مل کر ان میں سے کسی ایک کے غبار راہ تک نہیں پہنچ سکتے، چہ جائے کہ کوئی احمق نبوت کے خواب دیکھنے لگے۔

3:.... قادیانی...... آیت کریمہ: ’’ومن یطع اللّٰہ والرسول فأولئک مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبین والصدیقین والشہداء والصلحین‘‘ میں لفظ ’’مع‘‘ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ لفظ ’’مع‘‘ مِن کے معنی میں ہے یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا خود ان لوگوں میں سے ہو جائے گا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے نہ کہ ان کے ساتھ ہوگا...... یعنی نبی ہو جائے گا، شہید ہو جائے گا، صالح ہو جائے گا۔

قادیانیوں کا استدلال چند وجوہ سے باطل ہے:

1:.... عربی لغات کے ماہرین اور فصاحت و بلاغت کے شاہسواروں میں سے کسی نے لفظ ’’مع‘‘ کو ’’منْ‘‘ کے معنی میں ذکر نہیں کیا۔ امام لغت مرتضی الزبیدی تاج العروس میں ’’مع‘‘ کے طرق استعمال پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ کبھی ’’عند‘‘ کے معنی میں ہوتا ہے، لیکن اس معنی کے حصول کے لیے اس پر حرف جر ’’مِن‘‘ داخل کیا جاتا ہے، جیسے: ’’جئت من مَعَ القوم ای من عند ھم۔‘‘ (تاج العروس من جواہر القاموس۔ مادہ: مع: 11/460، دار الفکر بیروت) اگر ’’مع‘‘ مِنْ کے معنی میں ہوتا تو اس پر مِنْ داخل کرنے کا تکلف نہ کرنا پڑتا۔ نیز ’’مع‘‘ کے تمام طرق استعمال میں ’’مع‘‘ کا ’’مِنْ‘‘ کے معنی میں آنے کو بیان نہیں کیا گیا۔

2:.... چوتھی صدی ہجری کے معروف محقق ابو عبد اللہ الحسین بن محمد الدامغانی رحمہ اللہ نے الفاظ قرآن مجید کے مختلف معنی پر ایک کتاب تصنیف فرمائی: الوجوہ والنظائر لألفاظ کتاب اللّٰہ العزیز، اس میں انہوں نے لفظ ’’مع‘‘ کے قرآنی استعمال کے تناظر میں چھ معانی بیان فرمائے، ان میں ’’مع‘‘ بمعنی ’’من‘‘ کہیں مذکور نہیں۔ البتہ ’’مع‘‘ بمعنی مصاحبت ورفاقت مذکور ہے اور اس کی مثال میں اسی آیت کریمہ: ومن یطع اللّٰہ والرسول فأولئک مع الذین...... کو پیش کیا ہے۔ (الوجوہ والنظائر لکتاب اللّٰہ العزیز، تفسیر مع علی ستۃ أوجہ، ص428)

جب قادیانی لفظ ’’مع‘‘ کو ’’مِن‘‘ کے معنی میں ثابت نہیں کر سکتے تو قرآنی آیت ’’وتوفّنا مَعَ الأبرار‘‘ سے مغالطہ دیتے ہیں کہ یہاں ’’مع‘‘ مصاحبت کے معنی میں لینا بداہۃً غلط ہے، کیوں کہ اس صورت میں ترجمہ بنے گا ’’ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دینا‘‘ حالاں کہ نیک لوگوں کی موت کے ساتھ موت کے آنے کا مفہوم ’’کسی نے مراد نہیں لیا۔ بلکہ اس کا مطلب ہے ’’ہمیں نیک لوگوں میں سے بنا کر موت دینا‘‘ معلوم ہوا مع بمعنی مِن ہے۔

جواب:.... جس مذہب میں ’’دمشق‘‘ سے ’’قادیان‘‘ مراد لیا جا سکتا ہو، اس کے لیے کسی عربی جملے کا من چاہا ترجمہ بنا کر پھر اس سے قاعدے کا استنباط کرنا کون سا مشکل کام ہے۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’وتوفنا مع الابرار‘‘ میں معیت زمانی مراد لینا محال ہے، کیوں کہ زمانہ ماضی اور زمانہ مستقبل کے ابرار کی معیت ناممکنات میں سے ہے۔ لامحالہ یہاں معیت سے ان کے جیسے اعمال صالحہ اختیار کرنے کی معیت مراد ہے۔ یعنی مخصوصین: ’’بالانخراط فی سلکھم والعدّ من زمرتھم‘‘ ’’ہمیں موت دینا ابرار کے طور و طرق کو اختیار کرنے کے ساتھ خاص کر کے اور انہیں میں شمار کر کے۔ پھر آگے فرمایا: ’’وأن المراد لسنا بأبرار فاسلکنا معھم واجعلنا من اتباعھم‘‘ مطلب یہ ہے کہ ہم ابرار نہیں ہیں، لیکن ہمیں ان کے نیک راستوں پر چلا اور ہمیں ان کے پیروکاروں میں شامل فرما۔

(روح المعانی، آل عمران ذیل آیت:193)

1.. یعنی اعمال صالحہ کی معیت مراد ہے۔

2.. علامہ آلوسی نے لسنا بأبرار کہہ کر قادیانہ ترجمے کے دجل کو جڑ سے اکھیڑ دیا ہے۔

3.. کسی مفسر نے اس کی تفسیر میں مع کا ترجمہ من سے نہیں کیا، بلکہ مصاحبت کی مختلف صورتیں بیان فرما کر ان پر آیت کا انطباق کیا ہے۔ دیکھئے، تفسیر رازی وغیرہ۔

☆☆ .... ☆☆

ختم نبوت علماء تربیتی پروگرام

رپورٹ: مولانا محمد ابراہیم ادہمی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع لکی مروت نے علماء کرام، خطباء عظام، ائمہ مساجد اور دینی مدارس کے اساتذہ کے لئے 25/جون 2023ء کو جامع مسجد مجیدی نورنگ میں ختم نبوت علماء تربیتی پروگرام منعقد کیا، جون کی شدید گرمی میں تربیتی پروگرام نماز ظہر کے بعد قاری محمد رفیق اسیر صاحب کی تلاوت کلام سے شروع ہوئی۔

اسٹیج سیکریٹری کے فرائض ضلعی ناظم حضرت مولانا مفتی ضیاء اللہ صاحب اور ضلعی ناظم مالیات مولانا محمد ابراہیم ادہمی نے سرانجام دیئے، ضلعی سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد صاحب، ضلعی امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالغفار صاحب، ضلعی ناظم اعلیٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب، ضلعی ناظم دفتر حضرت مولانا ماسٹر عمر خان صاحب، حضرت مولانا فضل غنی صاحب کے مختصر کلمات کے بعد جامعہ انجمن تعلیم القرآن پراچہ ٹاؤن کوہاٹ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب نے قرآن واحادیث کی روشنی میں مفصل خطاب فرمایا اور علماء کرام کو خصوصی تاکید کی کہ وہ عقیدہ ختم نبوت کو قرآن و حدیث اور اکابرین دیوبند کے طریقہ کار پر مسلمان بھائیوں کو پہنچائیں اور ہر میدان میں قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں، تربیتی پروگرام سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت مولانا عزیز احمد صاحب نے انتہائی قیمتی، پُرمغز اور نصیحت آموز بیان ارشاد فرمایا جو علیحدہ قلمبند کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ

نماز عصر کے بعد جمعیت علماء اسلام کے صوبائی امیر محترم سینیٹر حضرت مولانا عطاء الرحمن صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعیت علماء اسلام کے اکابرین نے پارلیمنٹ

> پروگرام میں علمائے کرام سے خصوصی استدعا کی کہ وہ عقیدہ ختم نبوت کو قرآن وحدیث اور اکابرین دیوبند کے طریقہ کار پر مسلمان بھائیوں کو پہنچائیں اور ہر میدان میں قادیانیوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں

میں متفقہ قانون سازی کے ذریعہ فتنہ قادیانیت کو لگام دی اور تاریخی فیصلہ کیا کہ قادیانی اور مرزائی کافر، غیر مسلم اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ عمرانی فتنے نے بھرپور کوشش کی کہ ناموس رسالت کے قوانین کو ختم کیا جائے، لیکن ہم نے ان کے مذموم عزائم کو خاک میں ملایا اور اسی طرح عمرانی فتنہ کو بھی لگام دے دی، انہوں فرمایا کہ قادیانیوں کی چیخ و پکار پاکستان کی پارلیمنٹ کی 7/ستمبر 1974ء کی متفقہ قرارداد سے شروع ہے اور عالمی قوتوں سمیت پاکستان میں قادیانی نواز یعنی عمرانی فتنہ اس کوشش میں مصروف تھے کہ ناموس رسالت کے قوانین کو ختم کریں، لیکن کان کھول کر سن لیں کہ جے یو آئی کے ہوتے ہوئے کوئی مائی کا لال ختم نبوت کا قانون نہ تو ختم کرسکتا ہے اور نہ ختم کرنے دیں گے اور انہوں نے مزید فرمایا کہ جے یو آئی کے قائدین اور کارکنان نے پہلے بھی اسلامی قوانین کا تحفظ کیا تھا اور آئندہ بھی یہ کوشش کرتے رہیں گے۔

کانفرنس میں جے یو آئی ضلع بنوں کے جنرل سیکریٹری حاجی محمد نیاز چیئرمین مولانا اصغر علی صاحب، مولانا بشیر احمد حقانی صاحب، حافظ عبدالحلیم جاوید صاحب، صوبائی سالار محمد اسرار مروت صاحب، مولانا عبدالحمید صاحب سمیت کثیر تعداد میں علماء کرام نے شرکت کی۔ استقبالیہ کی ذمہ داری ضلعی ناظم تبلیغ مولانا محمد طیب طوفانی صاحب، ناظم اطلاعات صاحبزادہ امین اللہ جان صاحب، مولانا حمید اللہ صاحب، مولانا گل رئیس خان، مولانا گل فراز شاکر اور مولانا شبیر احمد نے ادا کی، جبکہ سیکورٹی کے فرائض انصار الاسلام نے سرانجام دیئے۔

☆☆ .... ☆☆

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی و تبلیغی اسفار

ایک ہفتہ بلوچستان میں: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کی دعوت پر ایک ہفتہ کے لئے ۱۲؍جولائی رات گیارہ بجے جعفر ایکسپریس کے ذریعہ ملتان سے کوئٹہ کے لئے سفر شروع کیا۔ اگلے روز ۱۳؍جولائی کو تقریباً چھ بجے شام کوئٹہ پہنچے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے زعماء مولانا محمد اویس، مولانا عنایت اللہ، حاجی خلیل الرحمٰن، محمد عمران نے اسٹیشن پر استقبال کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا جدید دفتر جو سات ہزار نو سو اٹھاسی مربع فٹ پر مشتمل ہے، نو کروڑ میں خریدا گیا۔ شہر میں ریلوے اسٹیشن کے قریب وسیع وعریض دفتر پہلی مرتبہ دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا، قبل ازیں آرٹ اسکول روڈ کوئٹہ میں دفتر تھا، جو اسی ہزار مربع فٹ پر محیط تھا۔ اب الحمدللہ! دفتری تمام ضروریات اس جدید عمارت سے پوری کی جاسکتی ہیں۔ اس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر نے دو کروڑ روپے دیئے، اس دفتر میں تین فیملی کوارٹر اور پہلی منزل میں سات کمرے ہیں۔ ایک وسیع وعریض کمرہ میٹنگ روم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ایک عام دفتری استعمال کے لئے، دو تین کمرے مہمان خانہ کے طور پر، ایک کمرہ لائبریری کے طور پر۔ الحمدللہ! وسیع وعریض دفتر تمام ضروریات پوری کر رہا ہے، ایسے ہی اس میں پارکنگ کے لئے کھلی جگہ ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ جماعت دیرینہ جماعت ہے۔ قیام پاکستان کے بعد قادیانی جماعت کے دوسرے لاٹ پادری آنجہانی مرزا بشیر الدین محمود نے اپنی جماعت کے کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ’’احمدیو! ۱۹۵۲ء کو ہاتھ سے نہ جانے دو کم ازکم ایک صوبہ پر تمہاری حکومت ہی قائم ہو جائے‘‘ امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے حکم پر جماعتی عمائدین نے کوئٹہ کا دورہ کیا اور قادیانیوں کے شر و رفتن سے آگاہ کیا، الحمدللہ! اس وقت سے لے کر اب تک کوئٹہ کی جماعت اہم کردار ادا کر رہی ہے۔ کسی زمانہ میں کوئٹہ کے لیاقت بازار میں کرایہ کا دفتر ہوتا تھا۔ مالک مکان نے دفتر خالی کرنے کا نوٹس جاری کیا۔ اس وقت کے امیر مولانا منیر الدینؒ خطیب سنہری مسجد سے درخواست کی گئی کہ ہمیں ان کا جواب دینا چاہئے اور دفتر خالی نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ مالک مکان سے کچھ عرصہ کے لئے مہلت لے لیں، اللہ پاک اپنا دفتر دے گا۔ اس مردِ قلندر کی زبان کو اللہ پاک نے مبارک فرمایا اور آرٹ اسکول روڈ پر اپنا دفتر عنایت فرمادیا۔ وہ جگہ اس زمانہ کی ضروریات تو پوری کرتی تھی لیکن آئندہ آنے والے دور کی ضروریات کے لئے ناکافی تھی۔ حضرت مولانا منیر الدینؒ کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالواحدؒ امیر بنائے گئے جو دبنگ انسان تھے۔ پشتو زبان کے قادر الکلام خطیب تھے۔ مولانا عبدالواحدؒ کے بعد مولانا عبداللہ منیر ابن مولانا منیر الدینؒ امیر ہیں۔ ہمارے ضلع ملتان کی تحصیل جلال پور پیروالا کے مولانا محمد انورؒ اور مولانا محمد اکبر، تونسہ شریف کے مولانا نذیر احمد تونسوی شہیدؒ، مولانا عبدالعزیز لاشاری، مولانا نثار احمد، مولانا محمد طیب، مولانا عبدالعزیز جتوئی، مولانا محمد یونس، مولانا محمد یوسف نقشبندی یکے بعد دیگرے مبلغ رہے۔ مولانا نذیر احمد تونسویؒ بلوچوں کے قیصرانی قبیلہ کے چشم و چراغ تھے۔ مولانا نذیر احمد تونسویؒ، مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ کے ساتھ کراچی میں شہید کر دیئے گئے۔ آج کل مولانا محمد اویس، مولانا عنایت اللہ مبلغ ہیں۔ مولانا محمد اویس بلوچ علاقے اور مولانا عنایت اللہ پختون علاقے کو کور کرتے ہیں۔ حاجی تاج محمد فیروز ایک عرصہ تک مجلس کوئٹہ کے ناظم اعلیٰ رہے۔ ان کے لاہور جانے کے بعد حاجی خلیل الرحمٰن مجلس کے ناظم ہیں۔ مجلس کوئٹہ کا دفتر اقوام متحدہ کا دفتر ہے۔ یعنی دفتر میں پختون، بلوچ، بروہی، سرائیکی، پنجابی سمیت تمام زبانیں بولنے والے حضرات کی گہما گہمی رہتی ہے۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی ساتھی تشریف لاتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے دوسرے دفاتر کو ایسی رونقیں نصیب فرمائیں۔ راقم نے ایک مبلغ صاحب سے کہا کہ آپ کے دفتر میں کئی کئی دن رہنا ہوتا ہے، لیکن کوئی جماعتی ساتھی نہیں آتا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں خود مل لیتا ہوں، بہرحال ایک ہفتہ کے دورہ کا آغاز پشین سے ہوا۔

مدرسہ مفتاح العلوم پشین میں ختم نبوت کورس: مدرسہ کے بانی مولانا عبدالصمد اخوندزادہ

تھے۔ مدرسہ کا سنگ بنیاد ۱۹۹۰ء میں رکھا گیا۔ مولانا اخوندزادہ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند ارجمند مولانا عطاء اللہ اخوندزادہ مقرر ہوئے۔ موصوف جمعیت علمائے اسلام کے ضلعی قائدین میں سے ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ محبت فرماتے ہیں، آپ کے حکم اور اجازت سے ۱۵/جولائی کو قبل از ظہر ختم نبوت کورس منعقد ہوا۔ کورس کے شرکاء سے مولانا مفتی محمد راشد مدنی اور محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عنوانات پر لیکچر دیئے۔ جامعہ میں ۵۵۰ طلبا اور شعبہ بنات میں ۳۵۰ طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مزید شاخوں میں ۹۰۰ بنات تعلیم حاصل کررہی ہیں، اب تک جامعہ سے ۴۳۰ بچیوں نے سند فضیلت حاصل کی۔

مدرسہ کنزالعلوم پشین میں: ظہر کی نماز کے بعد ختم نبوت کورس منعقد ہوا، جس میں کثیر تعداد میں طلبا نے شرکت کی۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا عبدالقادر مدظلہ ہیں۔

مرکزی دارالعلوم مچان پشین میں:

۱۶/جولائی کو ظہر کی نماز سے قبل کورس منعقد ہوا۔ صوبائی مبلغ مولانا عنایت اللہ، محمد اسماعیل شجاع آبادی اور مولانا مفتی محمد راشد مدنی کے لیکچرز ہوئے۔

دارالعلوم خرم زئی پشین میں کورس:

مدرسہ کا سنگ بنیاد ۲۰۱۰ء میں رکھا گیا۔ سید عبدالولی نے تین ایکٹر میں مدرسہ قائم کیا۔ مدرسہ کا تعلیمی، تدریسی، انتظامی نظم ونسق عمدہ ہے۔ مدرسہ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے امتحان میں چار پوزیشنیں حاصل کیں جبکہ صوبائی سطح پر ۳۲ پوزیشنیں حاصل کیں۔ وفاقی پوزیشن حاصل کرنے والوں کو عمرہ کا ٹکٹ دیا جاتا ہے جبکہ صوبائی سطح پر پوزیشن حاصل کرنے والوں کو دس ہزر روپے فی طالب علم دیئے جاتے ہیں۔ ممتاز پوزیشن حاصل کرنے والوں کو تین ہزار روپے فی کس انعام دیا جاتا ہے۔ اہتمام وانصرام مولانا عتیق اللہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ مجلس کے مبلغین کے ساتھ محبت فرماتے ہیں۔ ہمارے صوبائی مبلغ مولانا عنایت اللہ جب اس طرف تشریف لاتے ہیں تو مہمان نوازی کا شرف مولانا عتیق اللہ فرماتے ہیں۔ ۱۶/جولائی ظہر سے عصر تک کورس منعقد ہوا۔ مولانا عنایت اللہ نے تعارفی خطاب کیا، جبکہ مفتی محمد راشد مدنی نے ختم نبوت اور حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عنوانات پر، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے کذب مرزا پر سبق پڑھایا۔ جامعہ میں کثیر تعداد میں طلبا زیر تعلیم ہیں۔ طلبا کے علاوہ علاقہ کے علماء، اساتذہ، ائمہ مساجد نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مدرسہ کا نظم ونسق قابل رشک ہے۔ ۱۲۳ اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ۲۵۰ طلبا زیر تعلیم ہیں۔ اسی روز ۱۶/جولائی کو ظہر کی نماز سے قبل مرکزی دارالعلوم مچان ضلع پشین میں منعقدہ کورس میں مذکورہ بالا اساتذۂ کرام نے مناظرانہ انداز میں اسباق پڑھائے۔ مرکزی دارالعلوم مچان کا سنگ بنیاد ۱۹۷۸ء میں سید بدرالدین آغا نے رکھا، بیس اساتذۂ کرام کی تربیت میں ۳۵۰ طلبا زیر تعلیم ہیں۔ دورۂ حدیث شریف سمیت تمام اسباق ہوتے ہیں، یہاں بھی اساتذۂ کرام اور طلبا نے بھرپور دلچسپی لی۔ (جاری ہے)

باجوڑ سانحہ المناک ہے، ذمہ داروں کے خلاف فوری کارروائی کی جائے

کراچی (پ ر) باجوڑ میں جمعیت علمائے اسلام کے ورکرز کنونشن پر خودکش حملہ بہت بڑی دہشت گردی اور بدترین سفاکیت ہے۔ اس المناک سانحے میں ملوث دہشت گردوں اور سفاکوں کو کیفر کردار تک پہنچانا حکومت اور عدلیہ کی اہم ذمہ داری ہے۔ زخمیوں کی صحتیابی اور شہدأ کے درجات کی بلندی کے لئے دعا گو ہیں اور ان کے لواحقین سے ہمدردی اور تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی، نائب امیر مرکزیہ مولانا خواجہ عزیز احمد و مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری، مرکزی راہنماؤں مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا شہاب الدین پوپلزئی، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ اور مولانا قاضی احسان احمد و دیگر نے تعزیتی بیان میں کیا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ جمعیت علمائے اسلام، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے مشن کی وارث ہے اور وطن عزیز پاکستان میں آئین سازی میں شریک جماعتوں میں سے ہے۔ اس جماعت نے ہمیشہ آئین وقانون کی پاسداری پر زور دیا ہے اور ہر قسم کی دہشت گردی وفرقہ واریت سے خود کو دور رکھا ہے۔ اس کے باوجود یہ اکثر وبیشتر، سفاکیت وبربریت کا شکار ہوتی آئی ہے۔ اس سے قبل جمعیت علمائے اسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمٰن پر بارہا قاتلانہ حملے ہوئے، نیز کراچی تا خیبر جمعیت کے کئی راہنماؤں نے جانوں کے نذرانے دیئے ہیں۔ اب پھر اس قسم کی بزدلانہ کارروائیاں کرکے ان کے حوصلے پست کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جو ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہوگی۔ پوری قوم اس غمناک حادثے پر جمعیت علمائے اسلام کی پشت پر کھڑی ہے اور ہم سب مل کر ملک کے امن وامان کے دشمن عناصر کے عزائم کو خاک میں ملائیں گے۔ ملکی سلامتی کے اداروں کو اس دہشت گردی میں ملوث مجرموں کے خلاف سخت کارروائی کرنی چاہیے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس واقعہ میں زخمی ہونے والوں کو صحت عطا فرمائے اور شہداء کی کامل مغفرت فرمائے۔ آمین۔

مولانا سیّد محمد انور شاہؒ دیپال پور

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا سیّد محمد انور شاہ خطیب شاہی مسجد دیپال پور کے والد گرامی مولانا سیّد محمود شاہؒ جامعہ مظاہر العلوم سہارن پور (انڈیا) کے فاضل تھے۔ مولانا محمد انور شاہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، جبکہ دورۂ حدیث شریف مدرسہ تعلیم القرآن راولپنڈی سے کیا۔علوم اسلامیہ سے فراغت کے بعد اپنے والد محترم کی سرپرستی میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے۔ ۱۹۷۵ء میں والد محترم کے انتقال کے بعد جامعہ کے مہتمم بنائے گئے۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں گرفتار ہوئے اور تین ماہ تک ساہیوال جیل میں پابند سلاسل رہے۔آپ کے والد محترم کا انتقال ہوا تو حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد عبداللہؒ جامعہ رشیدیہ ساہیوال، مولانا سید امیر حسین گیلانیؒ، حضرت سید نفیس الحسینیؒ، مولانا سیّد عبدالمجید ندیم شاہؒ کی سرپرستی میں آپ علاقہ میں مسلک حقہ کی خدمت میں مصروف رہے، آپ کا اصلاحی تعلق حضرت سید نفیس الحسینیؒ سے رہا اور خلافت سے نوازے گئے، جبکہ آپ کے والد گرامی کا تعلق قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ سے تھا۔ سیاسی طور پر جمعیت علماء اسلام سے تعلق تھا، کئی مرتبہ ضلعی جمعیت کے امیر بھی رہے۔ایک مرتبہ قلعہ احمد آباد میں ختم نبوت کانفرنس میں آپ کے ساتھ شرکت کا اتفاق ہوا، کھانے کے دسترخوان پر بیٹھے تھے کہ میزبان جس کا تعلق منظور وٹو سے تھا۔ اس نے اچانک منظور وٹو کا نمبر ملا کر آپ کو پکڑا دیا کہ وٹو صاحب سے بات کریں۔ آپ نے خیر خیریت اور علیک سلیک کے بعد فون بند کر دیا۔ غالباً کیلا آپ نے چھیل رکھا تھا، کیلا ہاتھ میں رہا اور حسینی خون نے جوش مارا، میزبان سے فرمانے لگے: آپ کو معلوم ہے کہ میں جمعیت علماء اسلام کا ضلع (اوکاڑہ) امیر ہوں اور منظور وٹو کا پیپلز پارٹی سے تعلق ہے، آپ کو جرأت کیسے ہوئی کہ اس کا نمبر ملا دیا اور اس کی خوب جھاڑ پٹی کی۔ آنجناب جہاں جمعیت علماء اسلام کے ضلعی امیر تھے، وہاں تحریک ختم نبوت کے والا وشیدا تھے، ہمارے ضلع مبلغ مولانا عبدالرزاق مجاہد ہیں، جب بھی جانا ہوا تو ہماری رہائش، قیام وطعام حضرت شاہ صاحب کے ہاں رہا۔آپ شاہی مسجد کے خطیب رہے، شاہی مسجد سینکڑوں سال پرانی ہے، فیروز شاہ تغلق نے بنوائی، جب آپ کے والد گرامی سید محمود علی شاہ یہاں خطیب بن کر آئے تو مسجد پر ملنگ کا پیر کا قبضہ تھا، وہ آتا تو نماز کھڑی ہوتی، اگر وہ نہ آتا تو سرے سے جماعت ہی نہ ہوتی، سید محمود شاہ نے اس کی سنگینی کو توڑا، اور اس کے آنے سے پہلے جماعت کھڑی کر دی۔ نماز سے فراغت کے بعد اس نے کہا کہ آپ کو جرأت کیسے ہوئی کہ آپ نے جماعت کھڑی کر دی۔ آئندہ آپ نماز نہیں پڑھائیں گے، سید صاحب کو معلوم تھا کہ اگلی نماز کے وقت اس نے شرارت کرنی ہے تو آپ نے بھی اپنے احباب بلالئے اور وہ بھی اگلی نماز میں تیار ہو کر آیا۔ اس نے آپ کو مصلّے سے ہٹانے کی کوشش کی، آپ ڈٹ گئے۔اس نام نہاد پیر کے خوب لتے لئے اور یوں اس بدعتی پیر سے مستقل جان چھوٹ گئی، چونکہ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت سید نفیس الحسینیؒ سے تھا اور حضرت سید نفیس الحسینیؒ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر رہے۔ اس طرح آپ ضلعی سطح پر مجلس کے سرپرستوں میں سے تھے۔ چنانچہ آپ نے ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا، آپ کے ناخن تدبیر سے ضلعی سطح پر بہت سے مسائل حل ہوئے۔آپ کے دور اہتمام میں درجہ متوسطہ سے موقوف علیہ تک اسباق رہے، آپ خود بھی اسباق پڑھاتے رہے۔علاقہ بھر میں دروس قرآن کا سلسلہ بھی جاری رکھا، جس کی وجہ سے دسیوں مساجد اور مدارس معرض وجود میں آئے، آپ چودہ مدارس کی سرپرستی فرما رہے تھے۔ دل کے مریض تو عرصہ دراز سے چلے آرہے تھے۔ ۱۷؍مئی ۲۰۲۳ء کو دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور آپ نے کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔آپ کی نماز جنازہ کی امامت آپ کے فرزند ارجمند اور جانشین مولانا سیّد انظر شاہ نے کی جس میں ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی۔ یہ دیپال پور کی تاریخ میں سب سے بڑا جنازہ تھا۔اللہ پاک انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ حسنات کو قبول فرمائیں اور سیئات کو مبدل بحسنات فرمائیں۔ ۸؍جون ۲۰۲۳ء کو راقم ان کی تعزیت کے لئے حاضر ہوا اور ان کی مغفرت کی دعا میں شرکت کی۔

بمقام وحدت روڈ کرکٹ گراؤنڈ لاہور

6 ستمبر 2023

بروز بدھ

بعد نماز مغرب

سالانہ عظیم الشان ایمان افروز

ختم نبوت کانفرنس

شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

حضرت مولانا پیر طریقت رہبر شریعت
حافظ محمد ناصر الدین خان خاکوانی صاحب مدظلہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ
ولی ابن ولی
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شیخ الحدیث استاذ العلماء
حضرت مولانا فضل الرحیم اشرفی صاحب مدظلہ
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

یادگار اسلاف ولی کامل
حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ لاہور

ملک کے جید علماء، مشائخ عظام اور مذہبی و سیاسی جماعتوں کے قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور

0423-5441166
0300-4304277
0300-4981840